انعم نذیر

مکمل ناول

حصہ اول

میری عید تم ہو

گرے کلر کی پجارو ایک جھٹکے سے حویلی کے پورچ میں آ رکی' اس نے دروازہ کھولا اور باہر آ گیا' بلند خان بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا' اس نے اشارے سے سامان نکالنے کو کہا' تبھی اس کے دونوں جگر کے ٹکڑے جولان میں کھیل

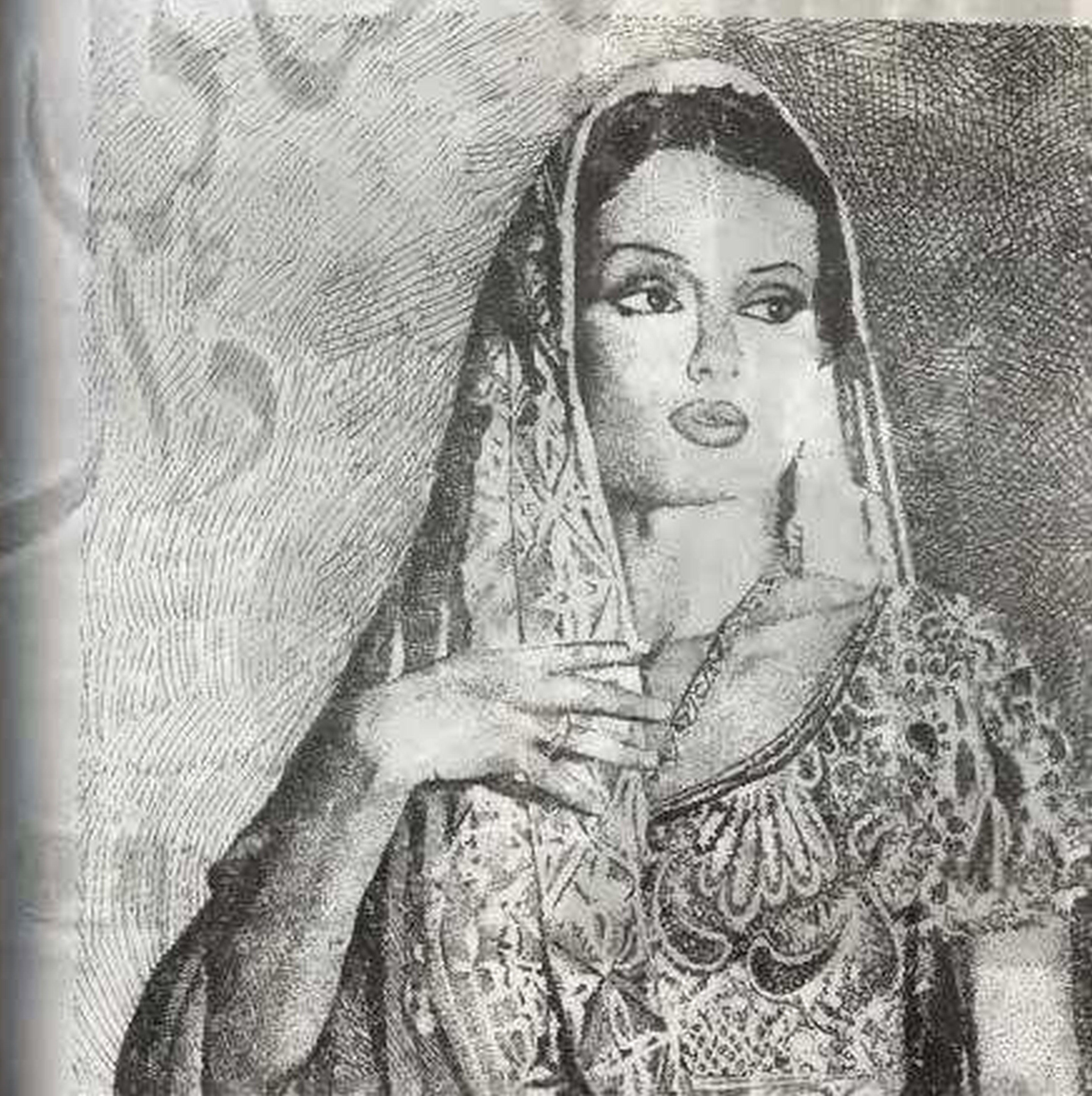

رہے تھے اسے دیکھ کر خوشی سے قلانچیں بھرتے اس کی طرف بھاگے' اس نے بے قراری سے بازو وا کیے تو دونوں اس کے سینے سے آ لگے' یک دم اس کے سینے میں ٹھنڈک اُترتی چلی گئی' ہفتے بھر کی تھکن منٹوں میں زائل ہو گئی۔ اس نے دونوں بچوں کو پیار کیا اور اپنے مضبوط بازوؤں میں نرمی سے دونوں کو اُٹھائے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

''السلام وعلیکم!'' اس نے لاؤنج میں قدم رکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ سنڈے تھا اس لئے سب گھر پر تھے۔

آمنہ شاہ بے قراری سے اس کی طرف بڑھیں' اس نے بچوں کو نیچے اُتارا اور ماں کے گلے لگ گیا تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

''کیسا ہے میرا بیٹا؟'' آمنہ شاہ نے محبت سے چُور لہجے میں پوچھا' تو وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

''ٹھیک ہوں' مجھے کیا ہونا ہے؟'' اس نے آہستگی سے کہا تو آمنہ شاہ نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

''دادا جان اور بابا جان کدھر ہیں؟'' اس نے متلاشی نظروں سے چاروں طرف دیکھا لیکن وہ نظر نہیں آئے اس نے آمنہ شاہ سے پوچھا۔

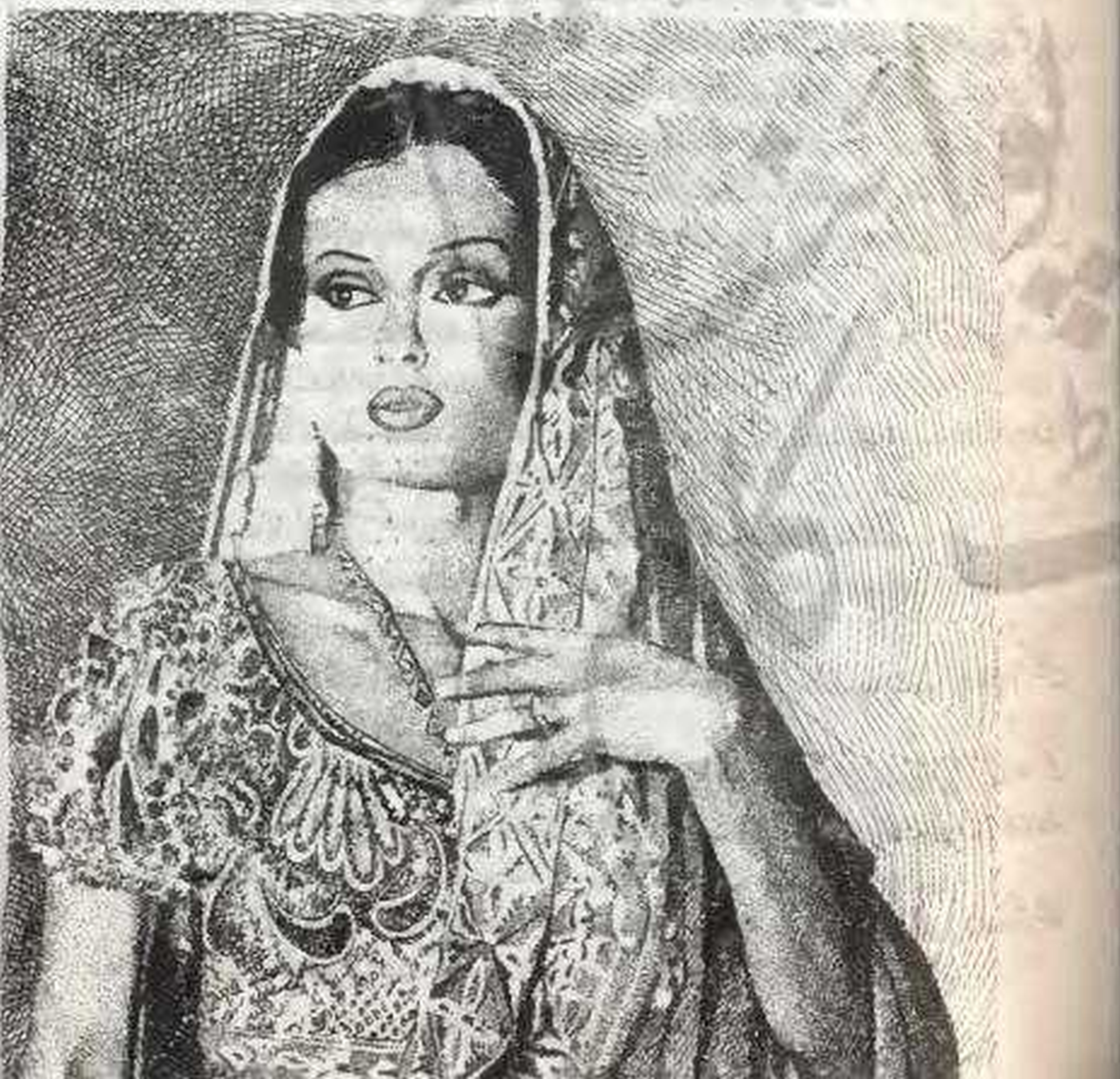

''ہم یہاں ہیں بیٹا!'' جواب آمنہ نے نہیں حمزہ شاہ نے دیا۔ اسی وقت انوار شاہ اور حمزہ شاہ لاؤنج میں آئے تو وہ بڑے پُرتپاک انداز سے ملے۔

''ماں جی! کھانا لگوا دیں' بہت بھوک لگ رہی ہے' ناشتہ بھی برائے نام ہی کیا تھا''۔ اس نے آمنہ شاہ سے کہا۔

''بیٹا! میں کھانا لگواتی ہوں' تم فریش ہو کر آ جاؤ''۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا سیڑھیاں چڑھنے لگا' دونوں بچے بیگ خان سے سامان لے کر حمزہ شاہ اور انوار شاہ کو دکھانے لگے' جو وہ ان کے لئے لے کر آیا تھا' اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا' خاموشی اور سناٹوں نے اس کا استقبال کیا' ایسے ہی سناٹے اس کے اندر تھے' اس نے گہری سانس لی اور سر جھٹک کر وارڈروب سے شلوار کرتا لے کر شاور لینے کے لئے واش روم میں بند ہو گیا۔

⟡⋯⋯⋯☆⋯⋯⋯⟡

اپیا پلیز! مان جائیں نا''۔ اس نے ملتجی ہو کر کہا تو اس نے بے بسی سے عمان کی طرف دیکھا۔

''پلیز عمان! مجھے فورس مت کرو' جو میرے بس میں نہیں وہ میں کیسے کر لوں؟'' اس نے بھرائی آواز میں کہا۔

''اپیا! آپ کوشش کر کے تو دیکھیں' عفیف آپ کو بہت خوش رکھے گا' ہر لحاظ سے وہ پرفیکٹ ہے' آپ ایک دفعہ اس کے بارے میں سوچ کر تو دیکھیے''۔ اس نے لجاجت سے کہا' لیکن وہ گم صم بیٹھی رہی۔

''پچھلے دو ہفتوں سے وہ اس کے پیچھے پڑا تھا' لیکن اس کی ناں' ہاں میں نہ بدلی تھی۔ عمان نے بھی ٹھان لی تھی ہاں کروا کے ہی دم لے گا' لیکن پچھلے دو ہفتوں سے اسے مسلسل مایوسی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا' وہ کسی طرح نہیں مان رہی تھی۔

''اپیا! عفیف بھائی بہت اچھے ہیں' آپ کو چاہتے ہیں' وہ اتنے اچھے ہیں کہ آپ بھی انہیں چاہنے لگیں گی''۔ تبھی اس نے تڑپ کر سلگتی نظروں سے عمان کی طرف دیکھا' کیا کچھ نہ تھا ان آنکھوں میں' شکوے' حسرتیں' آنسو' دم توڑتی اُمیدیں' عمان نے بے اختیار ہی نظریں چرا گیا' وہ اُٹھی اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں بند ہو گئی' دروازہ بند کر کے وہ اسی کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گئی۔

''کسی میں اتنی جرأت کہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں چاہے''۔ اس نے غرا کر کہا تو وہ دیکھتی رہ گئی اور پھر مزے سے بولی صرف اسے چڑانے کو۔

''مجھ میں تو اتنی جرأت ہے' میں تمہارے علاوہ بھی کسی اور کو چاہ سکتی ہوں''۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا' تبھی وہ چلتا ہوا اس کے مقابل آ گیا' دونوں ہاتھ اس کے شانے پر دھر دیئے۔

''کیا کہا تم نے' پھر کہنا؟'' آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور لہجہ اتنا سرد تھا کہ وہ سُن ہو گئی۔

''ایک بات میری یاد رکھنا' جس دن میرے علاوہ تم نے کسی اور کو چاہا' اس دن میری موت ہو گی''۔ ایک ایک لفظ چبا کر کہتا اسے ساکت و صامت چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی چلی گئی۔

''آ کر دیکھو آج بھی میں ویسی ہی ہوں' ذرا نہیں بدلی' میں بے وفا نہیں ہوں''۔ اس نے تڑپ کر کہنا چاہا' لیکن الفاظ لبوں پر دم توڑ گئے۔

''تم میرے ساتھ بے وفائی کیسے کر سکتی ہو''۔ ایک بار پھر اس کی آواز اس کے کانوں میں گونج اُٹھی' اور بھی جانے کیا کیا اس کے کانوں میں گڈمڈ ہو رہا تھا' وہ ان آوازوں سے پانچ سال سے پیچھا چھڑانے میں ناکام رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ دونوں کانوں پر رکھ لیے۔

''نہیں ہوں میں بے وفا''۔ وہ زور زور سے دائیں بائیں سر ہلا رہی تھی' کمرے کی ایک ایک چیز اس کے غم میں سوگوار تھی' اپنی محبت پر وہ نوحہ کناں تھی۔

⟡⋯⋯⋯☆⋯⋯⋯⟡

کھانے کے بعد وہ دادا جان اور بابا جان شاور لے کر وہ نیچے آ گیا' سب ڈائننگ ٹیبل پر اسی کا ویٹ کر رہے تھے' کے ساتھ لان میں آ گیا' انہیں اسلام آباد کی میٹنگ سے اپ ڈیٹ کرنے لگا۔

''گڈ....!'' دادا جان نے مسرت آمیز لہجے میں کہا اور بابا جان بھی بہت خوش ہوئے۔

''مجھے پتہ تھا میرا بیٹا ناکام نہیں ہو سکتا''۔ انوار شاہ نے فخریہ انداز سے کہا۔

''دادا جان! آپ کا بیٹا تو جیتی ہوئی بازی ہار گیا' زندگی کی سب سے بڑی بازی میں مات کھا گیا' بُری طرح ناکام ہو گیا''۔ اس نے دل میں سوچا' کہا کچھ نہیں۔

''لاہور گئے تھے؟'' انوار شاہ نے ایک اُمید سے پوچھا' شاید اس دفعہ اس کا جواب ہاں میں ہو۔

''نہیں' ہوٹل میں ہی ٹھہرا تھا دو دن''۔ اس نے آہستگی سے کہا۔

''گھر کیوں نہیں گئے؟'' انہوں نے ہمیشہ والا سوال پوچھا۔

''ویسے ہی''۔ اس نے نظریں چرائیں۔

''پاپا! پاپا جان!'' کائنات اور شارم دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے' ان کے پیچھے آمنہ شاہ تھیں۔

''جی پاپا کی جان!'' اس نے کائنات کو اُٹھا کر گود میں بٹھا لیا جبکہ شارم دادا جان کی گود میں بیٹھ گیا تھا۔

''پاپا! آپ ماما کو کیوں نہیں لے کر آئے؟'' جس سوال نے وہ بچ رہا تھا کائنات نے کر دیا۔ شارم بھی آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا' وہ چُپ چاپ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کیسے ان لوگوں کو ٹالے۔

''پاپا! بولتے کیوں نہیں؟ آپ ماما کو کیوں نہیں لے کر آئے؟'' اب کی بار شارم نے کہا۔

''بیٹا! نیکسٹ ٹائم جب جاؤں گا تب ماما کو لے کر آؤں گا' اس دفعہ پاپا بہت بزی رہے''۔ اس نے کائنات کے بال سنوارتے ہوئے کہا۔

''پاپا! جھوٹ بولتے ہیں''۔ ایک دم ہی وہ اس سے الگ ہوئی' وہ بُری طرح ہچکیوں سے رونے لگی اور کچھ ایسی ہی حالت شارم کی تھی۔ وہ تڑپ ہی اُٹھا تھا' اپنے جگر کے ٹکڑوں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس نے لپک کر دونوں کو خود میں سمو لیا' وہ کیا کرتا؟ بے بس تھا' وہ پہلے ہی اندر سے ریزہ ریزہ تھا' بچوں کے آنسو دیکھ کر اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ شدت غم سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں' بڑی مشکل سے آمنہ بیگم نے بچوں کو بہلا پھسلا کر چپ کروایا' اس وعدے کے ساتھ کہ وہ جلد ان کو ماما دلوا دیں گی۔

''جاؤ بیٹا! اب آپ لوگ اسٹڈی کرو' صبح اسکول بھی جانا ہے''۔ آمنہ شاہ نے پیار سے دونوں کو کہا تو وہ سر ہلاتے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

''بیٹا! میرے خیال سے اب تمہیں کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے''۔ آمنہ شاہ نے نرمی سے کہا' لیکن وہ تو کسی اور ہی جہان میں پہنچا ہوا تھا۔

''تمہاری ماں ٹھیک کہہ رہی ہے' بچوں کو ماں کی ضرورت ہے' اپنے لئے نہ سہی پر بچوں کا تو کچھ سوچو''۔ حمزہ شاہ نے رسان سے کہا' انوار شاہ نے بھی حمزہ شاہ کی تائید کی' تو وہ بدک ہی گیا۔

''نو.... بابا جان! نو.... یہ ناممکن ہے''۔ وہ بے چین ہو گیا تھا' عجیب سے اضطراب میں گھر گیا تھا' بے چینی' بے قراری پورے وجود کو لپیٹ میں لے چکی تھی۔

''پلیز بیٹا! بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں' انہیں ماں کی ضرورت ہے''۔ آمنہ شاہ نے دکھی لہجے میں کہا۔

''میں ہی اُن کا باپ ہوں اور ماں بھی' میں اپنے بچوں کو بہتر طریقے سے سنبھال سکتا ہوں' وہ ابھی بچے ہیں اس لیے اس طرح کی ضد کر رہے ہیں' آہستہ آہستہ وہ سب سمجھ جائیں گے' آپ سب لوگ تو سمجھدار ہو' کم از کم آپ لوگ تو مجھے فورس نہ کریں اور نہ ہی میں کسی دوسری لڑکی سے شادی کروں گا' بہتر ہوگا دوبارہ اس ٹاپک پر بات نہ ہی ہو۔'' اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ سب ششدر رہ گئے۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا لان عبور کرنے لگا' اس کے اندر باہر دھواں سا بھر گیا تھا' زہر ہی زہر تھا' نفرت ہوگئی تھی اُسے عورت سے' لیکن وہ آج بھی اُس سے نفرت نہ کر پایا تھا' کیسی محبت تھی یہ جسے پا کر بھی وہ تہی داماں تھا؟

انوار شاہ نے واضح اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ دیکھی تھی' لاڈلے اور اکلوتے پوتے کی یہ حالت دیکھ کر ان کا دل تڑپ اُٹھا تھا' احساسِ ندامت سے اُن کے کندھے اور بھی جھک گئے تھے۔

☆

''اپیا! دروازے کھولیں' پلیز... اپیا! پلیز...!'' اس کا انداز التجائیہ تھا' چھ گھنٹے گزر گئے تھے وہ کمرے میں بند تھی' جب وہ کمرے سے نہ نکلی تو عمان کی تشویش بڑھ گئی تھی' اب وہ آدھے گھنٹے سے دروازے کے باہر کھڑا اسے دروازہ کھولنے پر اکسا رہا تھا' لیکن وہ دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔

''اپیا! پلیز... اللہ کا واسطہ! دروازہ کھولیں! دیکھیں' مام اور ڈیڈ آنے والے ہیں' وہ آپ کو یوں دیکھ کر پریشان ہو جائیں گے' پلیز...!'' عمان نے منت بھرے لہجے میں کہا تو چند منٹوں بعد دروازہ کھل گیا' عمان نے جب اُسے دیکھا تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا' چند گھنٹوں میں نچڑ کر رہ گئی تھی' رنگ سرسوں کی مانند پیلا ہو گیا تھا' متورم آنکھیں پپوٹے رو رو کر سوج گئے تھے' بال بکھرے پڑے تھے۔ عمان بڑھ کر اسے حصار میں لے چکا تھا' وہ اس کے گلے لگی پھوٹ پھوٹ کر پھر سے رونے لگی اور عمان کے آنسو اس کے بالوں میں گر رہے تھے۔

''چپ ہو جائیے اپیا! ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔'' اس کا بس چلتا تو وہ خود کو داؤ پر لگا کر اپنی بہن کی جھولی خوشیوں سے بھر دیتا۔

اس نے بہت نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے تو وہ اور شرمندہ سی ہو گئی' اس کا بھائی کس قدر پیار کرتا تھا' مام اور ڈیڈ اس پر جان چھڑکتے تھے اور وہ اپنے پیاروں کو دکھی کر رہی تھی۔

''سوری مانو!'' اس نے ندامت سے کہا۔

''نو... اپیا! کوئی سوری نہیں' فریش ہو کر آئیں' ہم کہیں گھومنے چلتے ہیں۔'' اس نے فوراً پلان بنایا' پر اس نے انکار کرنا چاہا تو اس نے نرمی سے ٹوک دیا۔

''نو... اپیا! میں باہر ویٹ کر رہا ہوں' صرف 5 منٹ ہیں آپ کے پاس۔'' اس نے مان بھرے لہجے میں کہا تو وہ اس کا مان کیسے توڑ سکتی تھی' نا چاہتے ہوئے بھی وہ چلنے کے لیے راضی ہو گئی' پھر وہ جانے کون کون سی لندن کی شاپ میں گھوما رہا' وہ خالی ذہن کے ساتھ اس کے ساتھ تھی' حالانکہ سارا لندن اُس نے بچپن سے دیکھا ہوا تھا' وہ اس دل کا کیا کرتی جو ایک ہی ضد کر رہا تھا' آج اسے وہ شدت سے یاد آ رہا تھا' بار بار آنکھیں بھیگ رہی تھیں' بارش کی بوند اس کے چہرے پر ٹپکی تو اس نے چونک کر آسمان کی طرف دیکھا' جو لمحوں میں بادلوں سے بھر گیا تھا' ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔

''عمان! چلو گھر چلیں' بارش تیز ہو گئی تو مشکل ہوگا۔''

''کچھ نہیں ہوتا اپیا! ابھی تو موسم ہے انجوائے کرنے کا۔'' عمان نے سکون سے بارش میں بھیگتے ہوئے کہا۔

''اگر یہ موسم ہی انجوائے کرنا تھا تو کم از کم گاڑی ہی لے آتے۔'' اس نے زچ ہو کر کہا' کبھی اسے یہ بارشیں بہت پسند تھیں اور اب اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

''عمان! چلو گھر۔'' بارش لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہی تھی اور ٹھنڈ میں بھی اضافہ ہو رہا تھا' سرد ہوا کے جھونکے اسے خود میں سمٹنے میں مجبور کر رہے تھے' لندن کا موسم اس نے کوفت سے سوچا' بھی ایک وائٹ کلر کی کار ان کے قریب سے گزری اور پھر پلٹ کر پیچھے آ کر ان کے قریب آن رکی۔

''آپ لوگ بارش انجوائے کر رہے ہیں؟'' عفیف نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔ عمان بے ساختہ ہی خوش ہو گیا جبکہ وہ بے نیازی اردگرد دیکھنے لگی۔

''ہم لوگ تو ویسے ہی واک کرنے نکلے تھے اچانک بارش شروع ہو گئی۔'' عمان نے بتایا تو عفیف کی بے ساختہ نظر اس کی طرف اٹھی جو بے نیاز کھڑی دوسری سمت دیکھ رہی تھی۔

''ہاؤ آر یو...؟'' عفیف نے اس سے پوچھا۔

''فائن...!'' اس نے مختصر کہا اور پھر سابقہ کام میں مشغول ہو گئی۔

''یہ پیاری لڑکی اتنی سنگدل کیوں ہے؟'' اس نے بے بسی سے سوچا۔

''عمان! میں جا رہی ہوں' مام اور ڈیڈ آ گئے ہوں گے۔'' اس نے بنا عفیف کی طرف دیکھے عمان سے کہا۔

''میں آپ لوگوں کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' عفیف نے شائستگی سے کہا۔

''نو... تھینکس! ہم چلے جائیں گے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا تو عمان پہلو بدل کر رہ گیا۔

''اپیا! بارش تیز ہو رہی ہے' اگر عفیف بھائی ہم کو ڈراپ کر دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' عمان نے اسے قائل کرنا چاہا تو اس نے قدم آگے بڑھا دیئے۔

''تم آ جانا ان کے ساتھ' میں جا رہی ہوں۔'' اس نے سرد مہری سے کہا تو مجبوراً عمان کو عفیف سے سوری کرنا پڑی اور وہ اس کے پیچھے لپکا تو وہ حسرت و یاس سے اس کی پشت دیکھتا رہ گیا۔

''جانے کیوں یہ نازک سی لڑکی اتنی پتھر دل کیوں ہے؟ اس کا دل کیوں نہیں پگھل جاتا؟'' عفیف نے لاچاری سے سوچا۔

گھر آ کر عمان اس سے اُلجھ پڑا تھا۔

''اپیا! کیا ضرورت تھی انکار کرنے کی؟ عفیف بھائی نے تو صرف ڈراپ کرنے کے لیے کہا تھا۔''

''میں نے اُسے کیا کہا ہے' جو تم اتنا برہم ہو رہے ہو؟''

''آپ کا رویہ کس قدر روڈ تھا' وہ کیا سوچتے ہوں گے۔''

''وہ کیا سوچتا ہے کیا نہیں' یہ میرا ہیڈک نہیں۔'' اس نے لاپرواہی سے کہا اور کپڑے چینج کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی' چینج کرنے کے بعد وہ ونڈو میں آ کھڑی ہوئی' ابھی بھی بارش تیز رفتاری سے ہو رہی تھی' آج بھی بارش ٹوٹ کے برسی تھی' آسمان بھی ان کے غم کے ساتھ رو رہا تھا' وہ بے ساختہ ماضی کے دریچوں میں کھو گئی' اس کی باتیں شدت سے یاد آنے لگیں۔

☆

وہ ٹیرس پر کھڑا مسلسل ایک ہی بات سوچ رہا تھا' بچوں کی روز روز کی ایک ہی ضد سے وہ تنگ آ گیا تھا' دوسری طرف اس کی ماں کی التجائیہ نظریں' وہ بے قراری سے ادھر اُدھر چکر کاٹنے لگا' دو عورتیں اس کی زندگی میں...

دونوں نے ہی اس کی زندگی وحشتوں سے بھر دی' وہ کمرے میں آکر بیڈ پر گر گیا تھا' سامنے ہی وال پر لگی تصویر پر اس کی نظر پڑی تو اس نے شکوہ کرتی نگاہوں سے ہانیہ کو دیکھا جو اس کے پہلو میں کھڑی مسکرا رہی تھی جبکہ وہ خود بنا تصویر میں اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ ہانیہ اس کی بیوی اور اس کے بچوں کی ماں تھی صرف ایک سال کے ساتھ نے اس کی زندگی زہر بنادی تھی اور دوسری اس کی محبت' زندگی' عشق جنوں سب کچھ تھی اُس نے ایک لمحے میں اسے مار دیا تھا' ہانیہ سے تو اس کو کوئی شکوہ نہ تھا مگر زاریہ...! اس نے ایسا کیوں کیا اس کے ساتھ..... کیوں؟ وہ کس سے شکوہ کرتا؟ زاریہ کا ساتھ چند مہینوں یا سالوں کا تو نہ تھا' بچپن کا ساتھ تھا' پھر وہ کیسے اسے چھوڑ کر چلی گئی؟ ان پانچ سالوں میں وہ لمحہ لمحہ تڑپا تھا' پل پل مرا تھا' مجال ہے جو ایک بار بھی وہ ہنسا ہو۔

"کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا؟ کیوں...؟ دیکھو! آکر... تم تو میری ذرا سی اُداسی پر رونے لگتی تھیں' اب کہاں ہو؟" آنسو قطرہ قطرہ اس کی آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے' زیست کا سفر اس کا مقدر کیوں بنا تھا؟

"زاریہ! کیوں تم نے میرے ساتھ بے وفائی کی؟ کیوں...؟ کیوں میں آج بھی تم سے نفرت نہیں کر پایا' آج بھی تم سے اتنا ہی عشق کرتا ہوں میں؟" اس نے بے بسی سے سوچا' دل کے زخم پھر اُدھڑ رہے تھے' آنکھیں اس کی راہ دیکھتی تھکنے لگی تھیں' لیکن وہ کونسا اسے اُمید کا جگنو تھما کر گئی تھی' اس کا دل کراہ رہا تھا' وہ بے بسی سے رو رہا تھا۔

"زاریہ...!" اس کے ہونٹوں سے سسکاری اُبھری' اندر باہر دھواں سا بھر گیا تھا۔

◆┈┈┈☆┈┈┈◆

"زاریہ..." اس کے کان میں جیسے سرگوشی ہوئی تو اس کا دل دھڑک اُٹھا' اس نے چونک کر پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھا' لیکن وہ کہیں نہیں تھا' اس کی آواز کی بازگشت اُسے سنائی دے رہی تھی۔

"زاریہ! زاریہ!" ایک بار پھر اس کے کانوں میں گونج اُٹھی۔

"وہ مجھے یاد کر رہا ہے' آج بھی میں اُسے یاد ہوں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"ہاں! وہ آج بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہے بلکہ عشق کرتا ہے' اگر تم تھوڑا سا خود غرض ہو جاتیں تو جدائی تمہارا مقدر نہ ٹھہرتی"۔ اس کے اندر سے آواز آئی تو وہ گھبرا اُٹھی تھی۔

"محبت میں خود غرضی نہیں چلتی"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"تو پھر روتی کیوں ہو؟ بھول کیوں نہیں جاتیں اُسے؟" ایک بار پھر اس کے اندر سے آواز آئی تو وہ تڑپ سی اُٹھی تھی۔

"کیسے بھول جاؤں اُسے؟ وہ تو میری روح ہے' نہیں بھول سکتی میں"۔ اس نے سسکاری بھری اور اُسے یاد کرتے کرتے ماضی کی یادوں میں کھونے لگی۔

◆┈┈┈☆┈┈┈◆

ہفتے کا دن تھا' وہ نو بجے سو کر اُٹھا' موسم بے حد خوشگوار تھا' لان میں لگے بڑے بڑے درخت اور رنگ برنگے پھول ہوا کی مستی سے جھوم رہے تھے' بائیں جانب لان کے وسط میں لگا فوارہ اپنی ہی چھب دکھلا رہا تھا' دائیں جانب لان میں بڑا سا جھولا پڑا تھا' وائٹ کلر کا بنگلہ اپنی شان و شوکت کو دور سے ہی ظاہر کر رہا تھا' باہر سے ہی یہ بنگلہ اس قدر خوبصورت تھا' جو دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا' اندر کا حصہ تو بہت کم لوگوں نے دیکھا تھا' اندر سے اس قدر خوبصورت اور جدید طریقے سے تعمیر کیا گیا تھا' اس طرح سجایا گیا تھا کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا۔ اس وائٹ بنگلے کی پیشانی پر "ذوالنون شاہ پیلس" پوری شان و شوکت کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔

وہ نیچے آگیا تو گلزار بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"ناشتہ لگا دوں چھوٹے صاحب؟"

"ہاں!" اس نے سر ہلایا تو اُس نے جلدی سے کچن میں جا کر اپنی بیوی سے ناشتہ لگانے کو کہا۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ باہر آگیا۔

"گلزار چاچا! میری سائیکل صاف کر کے باہر لائیں"۔ اس نے حکم دیا۔

"لیکن چھوٹے صاحب!"

"تو... جو کہا ہے وہ کریں"۔ گلزار نے کچھ کہنا چاہا تو اس نے ٹوک دیا تو مجبوراً گلزار نے اس کی سائیکل صاف کر کے اس کے سامنے کھڑی کر دی' وہ سائیکل پر سوار ہوا تو سائیکل سرخ روش پر دوڑنے لگی' واچ مین نے اسے دیکھ کر جلدی سے گیٹ وا کر دیا۔ وہ روزانہ کی طرح مخصوص قریبی پارک میں آگیا' آج وہ پورے ہفتے بعد آیا تھا' اس سے کچھ فاصلے پر بہت سے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں اپنی سائیکل اور گڑیا کے ساتھ پارک میں کھیلنے آتے تھے' تبھی اس کی نظر وہاں کھڑی ایک گڑیا پر پڑی' پنک اور پرپل کلر کی فراک پہنی ہوئی تھی اور بالوں کی دو پونیاں بنائی ہوئی تھیں' بالکل باربی ڈول لگ رہی تھی۔

"یہ اتنی بڑی باربی ڈول کس کی ہے؟" اس نے حیرت سے سوچا۔ دور سے کچھ غیر واضح نظر آ رہی تھی۔

"قریب جا کر دیکھتا ہوں"۔ جب وہ وہاں پہنچا تو وہ کوئی باربی ڈول نہیں بلکہ جیتی جاگتی لڑکی تھی' وہ حیرت زدہ اسے دیکھتا رہ گیا' بہت سارے بچے اس کے پاس جمع تھے اور اسے مبارک باد دے رہے تھے' اس نے ایک لڑکے سے پوچھا۔

"یہ کون ہے؟ تم مبارک باد کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ لندن سے آئی ہے' آج اس نے ہمارے ساتھ سائیکل ریس لگائی' وہ جیت گئی اس لئے اُسے سب مبارک باد دے رہے ہیں"۔ اس لڑکے نے کافی جوش سے اُسے بتایا۔ اس نے بغور اُس لڑکی کو دیکھا جو بڑے شاہانہ انداز سے مبارک باد وصول کر رہی تھی جیسے K-2 سر کر کے آئی ہو' اچانک اُس لڑکی نے اس کی طرف دیکھا تو چونک گئی' ایک ہفتہ ہو گیا تھا اسے یہاں آئے ہوئے' لیکن اس لڑکے کو نہیں دیکھا تھا' وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا' پھر وہ اپنی سائیکل پر بیٹھ گئی' ایک لمحے کے لئے اس کے پاس رکی اور اگلے لمحے ہوا کے دوش پہ سائیکل اُڑاتی لمحوں میں پارک کے گیٹ سے باہر نکل گئی' کچھ بچے تو اس کی تعریف کر رہے تھے اور کچھ جیلس ہو رہے تھے۔

"کس قدر مغرور ہے' کسی کو بھی لفٹ نہیں کراتی"۔ ایک لڑکی نے جل کر کہا تو وہ سر جھٹک کر پارک کے گرد چکر کاٹنے لگا۔

◆┈┈┈☆┈┈┈◆

آج پانچواں روز تھا جب وہ سب لوگ پارک میں جمع تھے' روزانہ وہ پارک آتی' لیکن بہت کم کسی سے بات کرتی' اپنے آپ میں مگن رہتی' اس کی یہ لاپرواہی اور بے نیازی دوسرے بچوں کو اس سے دوستی کرنے پر مجبور کر رہی تھی' ایسی ہی معصوم سی خواہش اس کے دل میں بھی اُبھری' وہ بھی اس باربی ڈول سے دوستی کرنا چاہتا تھا' لیکن اس کی بے نیازی دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتا۔ آج بھی اُس نے وائٹ اور ریڈ کلر کی فراک پہنی ہوئی تھی' ڈارک براؤن سلکی بالوں میں تھوڑا تھوڑا سرخی مائل رنگ بھی تھا' بالوں کی دو پونیاں بنائی تھیں' سرخ و سفید رنگ اور گرے کلر کی آنکھیں اس قدر خوبصورت تھیں' جب وہ جوش کے ساتھ سائیکل چلاتی تو اس میں روشنیاں سی بھر جاتیں۔

''یہ میری جگہ ہے یہاں سائیکل میں کھڑی کروں گی''۔ اس نے ضدی لہجے میں کہا تو دوسرے بچوں کو بھی غصہ آ گیا۔

''نہیں یہ ہماری جگہ ہے''۔ وہ سب آپس میں لڑنے لگے وہ ان کے قریب آ گیا۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں؟ کیوں لڑ رہے ہو؟'' اس نے ایک بچے سے پوچھا تو اس نے ساری تفصیل بتا دی۔

''دیکھو تم زیادتی کر رہی ہو یہ سب روزانہ یہاں سائیکلیں کھڑی کرتے ہیں تم ان کی جگہ نہیں لے سکتیں اتنا بڑا پارک ہے کہیں اور کھڑی کر لو اپنی سائیکل''۔ اس نے حق کی بات کی۔

''تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟ میں یہیں سائیکل کھڑی کروں گی''۔ اس نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ انگریز ہوتے ہی اتنے چالاک ہیں دوسروں سے ہمیشہ چیزیں چھین لیتے ہیں''۔ ایک بچے نے کہا۔

''اور دیکھو ہمارے ملک میں ہم سے لڑ رہی ہے''۔ اس بچے نے چالاکی سے کہا۔

''وہاٹ..... ! کیا کہا تم نے؟ یہ کنٹری میرے ڈیڈی کی ہے اور لندن میری مام کا اس طرح دونوں کنٹری میرے ہوئے سمجھے تم؟ اور نیکسٹ ٹائم میرے میٹر میں انٹرفیئر مت کرنا اوکے..... ؟'' ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی سائیکل بھگاتی لے گئی اور وہ بچا اتنا سا منہ لے کر رہ گیا' تبھی وہ ہوش میں آ گیا۔

''اُف یہ لڑکی''۔ اس سے آگے وہ سوچ نہ سکا۔

☆

''مجھ سے فرینڈ شپ کرو گی؟'' اگلے دن وہ پارک میں ایک سائیڈ میں اکیلی بیٹھی تھی' جب اس نے اس باربی ڈول کے پاس جا کر کہا' اسے تو اس کا نام بھی معلوم نہیں تھا اس نے خود ہی باربی ڈول کا نام دے دیا تھا۔

''کیوں.....؟'' اس باربی ڈول نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا۔

''ویسے ہی' میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں''۔

''لیکن میں تم سے دوستی نہیں کرنا چاہتی''۔ اس نے رکھائی سے کہا تو اسے بھی غصہ آ گیا۔

''کیوں نہیں کر سکتیں؟''

''میری مرضی''۔ اس نے بے نیازی سے کہا تو وہ بھنا کر رہ گیا' دوسرے بچے بھی آہستہ آہستہ ان کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔

''میں تم سے لڑنے نہیں آیا صرف دوستی کرنے آیا ہوں' میرا نام ذوالنون شاہ ہے' کیا تم میری دوست بنو گی؟'' اس نے اس کے سامنے ہاتھ بڑھایا تو اس نے ایک نظر اس کے بڑھے ہاتھ کو دیکھا اور پھر بولی۔

''میرے ساتھ ریس لگاؤ پارک کے دوسری سائیڈ پر جو پہلے پہنچ گیا وہ جیت گیا' اگر تم جیت گئے تو میں دوستی کر لوں گی اور اگر ہار گئے تو دوبارہ مجھے دوستی کرنے کے لئے نہیں کہو گے رائٹ.....؟''

''یس..... رائٹ!'' ذوالنون شاہ نے پُر جوش انداز میں کہا۔

''لیکن پہلے اپنا نام تو بتاؤ''۔

''میرا نام زاریہ شاہ ہے''۔

''تمہارے نام کے آگے بھی شاہ لگتا ہے؟'' وہ بہت خوش ہوا۔

''کیوں تم اوپر سے لکھوا کر لائے تھے؟ صرف تمہارے نام کے ساتھ شاہ لگے گا؟'' اس نے تیز لہجے میں کہا تو وہ

خفیف سا ہو گیا۔ بچوں کے شور مچانے پر وہ دونوں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے ہمیشہ کی طرح جیت زاریہ کا مقدر رہی۔ جیت کر کر اس کی آنکھوں میں جو چمک تھی دیکھنے کے قابل تھی وہ مایوسی سے گھر لوٹ آیا۔ اسی شام اس کے بابا جان آئے تو وہ ان کے ساتھ کراچی آ گیا۔

☆

''لائبہ آپی! اس وائٹ محل میں کوئی نہیں رہتا ہے کیا؟'' زاریہ نے پوچھا۔

''نہیں رہتے ہیں' لیکن زیادہ تر یہ لوگ کراچی ہی رہتے ہیں اس محل میں ایک چھوٹا لڑکا رہتا ہے اور ملازم ہوتے ہیں''۔

''آپی! یہ محل باہر سے کس قدر خوبصورت ہے' میں اسے اندر سے دیکھنا چاہتی ہوں''۔ اس نے مچل کر کہا' لائبہ کو ہنسی آ گئی۔

''ویری! اندر کیسے جا سکتے ہیں؟ باہر جو واچ مین اتنی بڑی گن لے کر کھڑا ہے وہ ہمیں اندر نہیں جانے دے گا اگر بالفرض ہم اس سے چھپ کر چلے بھی جائیں تو اندر اتنے بڑے بڑے دو عدد کتے ہیں' وہ تو ہمیں ویسے ہی چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے''۔ تو اس نے بے ساختہ خوف سے جھرجھری لی۔ لائبہ ہنس پڑی تھی' زاریہ نے اوپر ہو کر پیچھے دیکھنا چاہا' لیکن دیواریں اتنی بڑی بڑی تھیں' ٹیرس پر کھڑے ہو کر بھی کچھ خاص نظر نہیں آ رہا تھا' دو ہفتے بعد وہ لاہور واپس آیا' بے ساختہ ہی اس کا دل زاریہ کو دیکھنے کو چاہا۔ کراچی جا کر بھی اس نے اُسے بہت مِس کیا تھا۔ اگلے دن وہ پارک میں گیا تو وہ وہاں کہیں نہیں تھی' 15 منٹ بعد وہ اسے پارک کے گیٹ کے اندر داخل ہوتی ہوئی نظر آئی' وہ خوش ہو گیا' خلاف معمول آج وہ آہستہ آہستہ آ رہی تھی اور چپ چاپ بھی تھی۔

''ہیلو..... زاریہ!'' اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''ہائے.....!'' اس نے مختصر کہا۔

''کیا بات ہے؟ تم کچھ سیڈ لگ رہی ہو؟'' ذوالنون شاہ نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں! ہوں سیڈ''۔ اس نے آہستگی سے کہا' خلاف معمول وہ آج آرام سے بول رہی تھی۔

''کیوں؟ کیوں سیڈ ہو؟ بتاؤ مجھے' شاید میں تمہاری سیڈنس ختم کر دوں''۔ اس نے مخلص دوست کی طرح کہا۔

''اچھا اگر میں بتاؤں تو میری اُداسی ختم کر دو گے؟''

''ہاں ! بالکل..... فوراً کر دوں گا''۔

''میرے چھوٹے بھائی مانو کی آج برتھ ڈے ہے' وہ لندن میں ہے اس لئے اُداس ہوں' اب تم مجھے ابھی لندن پہنچا کر میری اُداسی ختم کر دو گے؟'' زاریہ نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ گڑبڑا گیا۔

''بتاؤ بھی.....!'' ذوالنون شاہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''پھر تو ایسے رہے تھے جیسے میں آنکھ بند کروں گی اور تم مجھے منٹوں میں لندن پہنچا دو گے''۔

''تم بتاؤ میں تمہاری اُداسی دور کر دوں گا''۔ اس نے اُسی کے لہجے کی نقل اُتاری تو ذوالنون شاہ کو صاف لگا وہ اس کا تمسخر اُڑا رہی ہے' وہ جل کر رہ گیا۔

''تم پیدل کیوں آئی ہو؟ تمہاری سائیکل کہاں ہے؟'' اس نے یونہی بات بدلنے کو کہا۔

''میری مرضی' میں پیدل آؤں یا سائیکل پر''۔ اس نے رکھائی سے کہا' احساس توہین سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا' وہ فوراً اٹھا سائیکل پر بیٹھ کر تیزی سے اس کے پاس سے گزر گیا۔

"پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتی ہے اتنی اکڑتی کیوں ہے؟" اس نے غصے سے سوچا۔

"میرا نام بھی ذوالنون شاہ ہے کوئی عام نہیں ہوں نہ ہی جاؤں گا اگر دوستی نہیں کرے گی تو" ۔ وہ اس سوچ میں گم تھا سامنے سے آتے پانچ لڑکوں کو دیکھ نہ پایا جو نہایت تیز رفتاری سے آ رہے تھے سیدھا ان کے ساتھ ٹکرایا سارے ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے اس کے بازو پر خراشیں آ گئیں وہ پانچوں لڑکے غصے سے اس کی طرف بڑھے وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم ہم سے کیوں ٹکرائے ہو؟" وہ اس پر برہم ہوئے۔

"میں جان بوجھ کر نہیں ٹکرایا" ۔ اس نے صفائی پیش کی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو" ۔ ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر اسے زور کا جھٹکا دیا وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا منہ کے بل پکی اینٹوں کی روش پر گر گیا اس کی پیشانی کی جلد اوپر سے پھٹ گئی تھی خون نکلنے لگا۔ وہ بچے خوفزدہ ہو کر اسے دیکھنے لگے تبھی وہ بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی وہ دور سے سارا منظر دیکھ رہی تھی بغور اس کا جائزہ لینے لگی۔ ذوالنون شاہ کو لگا وہ ضرور اس کی مدد کرے گی لیکن وہ ایک دم کھڑی ہوئی ان لڑکوں کی طرف بڑھ گئی۔ تکلیف کی شدت اور اس کی بے اعتنائی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آ گئے۔

"کتنی کٹھور لڑکی ہے ایک زخمی انسان کی مدد بھی نہیں کر سکتی" ۔ اس نے دکھی دل کے ساتھ سوچا لیکن اگلے ہی پل دنگ رہ گیا۔

"کس نے دھکا دیا ہے اس کو؟" ایک نے ڈرتے ہوئے ساتھ والے لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا اگلے ہی پل ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا تو باقی ساکت نظروں سے اس چھوٹی اور نازک سی لڑکی کی جرأت کو دیکھتے رہ گئے۔

"تم لوگ میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو اٹھاؤ اس کو" ۔ تو وہ فوراً آگے بڑھ کر ذوالنون شاہ کو اٹھانے لگے۔

"تم لوگ اسے آہستہ آہستہ ادھر کی طرف لے کر آؤ میں ابھی آئی" ۔ وہ ذوالنون شاہ کی سائیکل لے کر تیر کی طرح پارک کا گیٹ پار کر گئی چند منٹوں بعد اپنے ڈرائیور کے ساتھ کار سمیت واپس آتی ہوئی نظر آئی ڈرائیور ذوالنون شاہ کو دیکھ کر چونک گیا پھر جلدی سے اسے گاڑی میں بٹھایا وہ بھی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی قریبی ہوسپٹل سے اس کی بینڈیج کروائی اور ڈاکٹر نے جو دوائی لکھ کر دی ڈرائیور میڈیکل اسٹور سے وہ لینے لگا تو وہ دونوں کار میں آ کر بیٹھ گئے۔

"اب تو تمہارے بین نہیں ہو رہی؟" تو ذوالنون نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تھینکس... تم نے میری اتنی مدد کی" ۔ ذوالنون نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

"اس میں تھینکس کی کیا بات ہے؟ تمہاری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو میں اسی طرح اس کی مدد کرتی ویسے بھی ایک دوسرے کی مدد کرنا مسلمان کا فرض ہے" ۔ اس نے رسان سے کہا وہ اچھل ہی گیا۔

"تم اسلام کے بارے میں جانتی ہو آئی مین تم لندن میں رہتی ہو؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا! لندن میں مسلمان نہیں رہتے؟" زاریہ نے تیز لہجے میں کہا تو وہ بوکھلا گیا۔

"سوری... میرا یہ مطلب نہیں تھا" ۔ ذوالنون شاہ نے صفائی دی۔

"اوکے... بٹ ہمارے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی" ۔ زاریہ نے شرارت سے دیکھتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ بغیر تامل کے فوراً تھام گیا۔

"فرینڈ...؟" ذوالنون شاہ نے بے یقینی سے پوچھا کیونکہ پل پل میں اس کا موڈ دھوپ چھاؤں جیسا ہو جاتا تھا۔

"یس... فرینڈز!" زاریہ نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی خوش ہو گیا۔

"یہ لو بیٹا! تمہاری دوائی" ۔ ڈرائیور نے چھوٹا سا شاپر ذوالنون کو تھمایا اس نے شکریہ کے ساتھ تھام لیا۔ راستے میں وہ دونوں چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے رہے کار زاریہ کے گھر کے سامنے رکی تو وہ چونک گئی۔

"انکل! آپ میڈیسن کا بل بتا دیں" ۔ ذوالنون شاہ نے ڈرائیور سے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں بل پے کرنے کی یہ میرا اور ڈرائیور انکل کا ذاتی معاملہ ہے" ۔

"لیکن...!" "لیکن ویکن کچھ نہیں دوست کا اتنا حق تو بنتا ہے" ۔ تو وہ چپ ہو گیا۔

"اور ہاں! تمہاری سائیکل میرے گھر میں ہے جس دن پارک میں آئے اس دن لے لینا یہ سامنے والا میرا گھر ہے" ۔ تو وہ حیران رہ گیا۔

"ڈرائیور انکل! آپ پہلے ذوالنون کو اس کے گھر چھوڑ آئیے" ۔ زاریہ نے کہا تو ڈرائیور مسکرایا۔

"بیٹا! وہ سامنے والا گھر اس کا ہے" ۔

"کیا...؟" وہ اچھل ہی گئی حیران ہونے کی باری اب اس کی تھی۔

"یہ وائٹ محل تمہارا ہے؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔ وہ کار سے باہر اترا تو گیٹ کے باہر بیٹھا واچ مین اسے دیکھ کر بھاگ کر اس کے پاس آیا۔

"چھوٹے صاحب! یہ چوٹ کیسے لگی؟" واچ مین نے پریشانی سے پوچھا۔

"پارک میں گر گیا تھا بس معمولی سی چوٹ ہے" ۔ اس نے لاپروائی سے کہا۔

"آپ کو نہیں پتہ اگر بڑے صاحب کو پتہ چل گیا تو بھونچال آ جائے گا" ۔ واچ مین نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں ہو گا" ۔ اس نے کہا اور واچ مین کے ساتھ اندر بڑھ گیا۔

☆

"لائبہ آپی! لائبہ آپی!" وہ بھاگتی ہوئی اس کے روم میں پہنچی۔

"کیا ہوا زاری؟"

"لائبہ آپی! آج شام میں وائٹ محل جاؤں گی" ۔ اس نے بہت خوش ہو کر کہا۔

"اور میرے ساتھ آپ بھی جائیں گی" ۔

"وہ کیسے...؟ کہیں تمہارے ذہن میں کوئی شرارت تو نہیں سوجھ رہی؟" لائبہ نے مشکوک انداز میں کہا پھر اس نے سارا واقعہ لائبہ کے گوش گزار کر دیا۔

"وہ اب میرا دوست ہے اس کی عیادت کرنا تو ہمارا حق بنتا ہے" ۔

"زاری! تم سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے تو تمہاری بات پر یقین نہیں آ رہا اس محل میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے تین سال پہلے میں نے بھی بڑی کوشش کی تھی اندر سے اس محل کی خوبصورتی دیکھنے کے لئے لیکن ساری ناکام ہو گئی تھی ایک دفعہ تو میں نے زید بھائی سے فرمائش کی تھی اس محل کو دیکھنا ہے زید بھائی نے کسی بہانے سے واچ مین کو ادھر ادھر کیا میں چپکے سے اندر گھس گئی لیکن اگلے ہی لمحے چیختے ہوئے باہر بھی آ گئی اندر اتنے بڑے بڑے دو کتے تھے میری تو جان ہوا ہو گئی تھی اس دن کے بعد میں نے اس محل کو اندر سے دیکھنے کی توبہ کر لی" ۔ وہ ہنس ہنس کے بے حال ہو گئی۔

"اُف... لائبہ آپی! آپ اتنا ڈرتی ہیں" ۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

☆

پھولوں کے خوبصورت بکے کے ساتھ وہ دونوں اس وقت ''ذوالنون شاہ پیلس'' کے گیٹ کے باہر کھڑی تھیں اور واچ مین انہیں سخت تیوروں سے گھور رہا تھا۔

''وہ ہمیں ذوالنون شاہ سے ملنا ہے''۔ لائبہ نے ڈرتے ڈرتے کہا' واچ مین کے اس طرح گھورنے سے وہ سخت خائف تھی۔

''سوری بی بی! آپ چھوٹے صاحب سے نہیں مل سکتیں''۔ واچ مین نے رکھائی سے کہا۔

''کیوں نہیں مل سکتی؟'' زاریہ نے تیز لہجے میں کہا' واچ مین نے غور سے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''کیونکہ بڑے صاحب نے سختی سے منع کیا ہے اُن کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اندر نہیں جا سکتا''۔ واچ مین نے سنجیدگی سے کہا۔

''یہ بڑے صاحب کون ہیں؟'' اس نے غصہ ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

''بڑے صاحب یعنی انوار شاہ' ذوالنون شاہ کے دادا' اور ہاں بی بی! اب آپ یہاں سے جاؤ' میرا دماغ مت کھاؤ''۔ واچ مین نے تیز لہجے میں کہا' تو زاریہ تلملا کر رہ گئی' لائبہ کو بھی مایوسی ہوئی' اتنی دیر بعد اس محل کو دیکھنے کا ہلکا سا چانس ملا تھا' وہ بھی پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا' ویسے بھی وہ تھوڑی سی ڈرپوک اور کم گو سی تھی' اس کے مقابلے میں زاریہ جو اس سے سات سال چھوٹی تھی' بے حد پُر اعتماد اور بہادر تھی۔

''ایسے کیسے چلے جائیں؟ ہم ملے بغیر نہیں جائیں گے' آپ اندر جا کر ذوالنون سے کہیے زاریہ شاہ آئی ہے''۔ تو واچ مین چونک گیا۔

''زاریہ شاہ.... !کہیں یہ چھوٹے صاحب کی کوئی رشتے دار تو نہیں ہے''۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

''آپ جانتے نہیں میں کون ہوں' چند منٹوں میں آپ کو نوکری سے فارغ کروا سکتی ہوں''۔ واچ مین کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر اس نے چالاکی سے کہا۔

''دیکھیے بی بی! آپ کیوں میری نوکری کے پیچھے پڑ گئی ہیں؟'' اس نے گڑبڑا کر کہا۔

''زاری! چلو گھر چلیں''۔ لائبہ نے اس کا بازو کھینچا۔

''ایک منٹ آپی!'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''اگر نوکری چاہتے ہو تو ہمیں اندر جانے دو''۔ اس نے بے نیازی سے کہا' چار و ناچار واچ مین کو حامی بھرنا پڑی۔

''ٹھیک ہے' میں انٹر کام سے چھوٹے صاحب سے پوچھ لیتا ہوں' اگر انہوں نے کہا تو میں آپ کو اندر جانے دوں گا''۔

''ٹھیک ہے''۔ اس نے لاپروائی سے شانے اُچکا کر کہا کیونکہ وہ جانتی تھی ذوالنون شاہ انکار نہیں کرے گا۔

''چھوٹے صاحب! کوئی زاریہ شاہ آپ سے ملنے آئی ہے' میں نے اسے بہت منع کیا لیکن وہ ضد کر رہی ہے ملے بغیر نہیں جائے گی''۔

''کب سے آئی ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''جی پندرہ منٹ ہو گئے ہیں''۔ واچ مین نے کہا۔

''واٹ.... ؟پندرہ منٹ سے تم نے اسے باہر کھڑا کر رکھا ہے' فوراً بھیج دو اندر''۔

''آیئے بی بی! آپ اندر آ جائیں''۔ واچ مین نے اس دفعہ مؤدب ہو کر کہا' وہ اپنی کامیابی پر مسرور سی اندر بڑھ گئی' لائبہ بھی خوشی اور مسرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اس کے ساتھ تھی۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئیں تو ایک ملازمہ تیزی سے ان کی طرف آ رہی تھی' وہ دونوں تو خواب کی کیفیت میں ارد گرد دیکھ رہی تھیں۔

''آیئے میرے ساتھ' چھوٹے صاحب آپ کو اندر بلوا رہے ہیں''۔ ملازمہ کے ہمراہ وہ لاؤنج میں پہنچ گئیں' وہ لاؤنج میں ابھی کا انتظار کر رہا تھا' وہ دونوں ابھی تک مسمریزم کی کیفیت میں تھیں' باہر لان اس قدر شاندار خوبصورت تھا کہ وہ دیکھتی رہ گئیں اور اندرونی حصہ باہر سے کہیں بڑھ کر شاندار لگ رہا تھا۔

''ہیلو.... زاریہ!'' ذوالنون شاہ نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہائے.... !'' وہ بھی ہلکا سا مسکرائی۔

''یہ لائبہ آپی ہیں' میری کزن''۔ اس نے لائبہ کا تعارف کروایا' لائبہ نے پھول اسے پکڑائے تو اس نے شکریہ کے ساتھ ان پھولوں کو تھام لیا۔

''پلیز.... بیٹھیے!'' وہ اس کی چوٹ کے بارے میں پوچھنے لگی' چند لمحوں بعد ملازمہ جانے کیا کیا ان کے سامنے سرو کرنے لگی۔

''اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟'' لائبہ نے بوکھلا کر کہا۔

''آپ پہلی دفعہ آئی ہیں اور ہمارے چھوٹے صاحب کی مہمان ہیں' اتنا تو حق بنتا ہے''۔ ملازمہ نے مسکرا کر کہا تو وہ چپ ہو گئی۔ ذوالنون کے اصرار پر انہوں نے صرف برائے نام چکھا تھا۔ زاریہ نے پورا گھر دیکھنے کی فرمائش کی' پھر اس نے پورا بنگلہ انہیں دکھایا تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں' ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک تھی' پھر وہ انہیں عقبی حصے کی طرف لے گیا' یہاں لان کے درمیان بہت خوبصورت سا سوئمنگ پول بنا تھا' دونوں لان کے اطراف میں دو بڑے بڑے کتے لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے' ان دونوں کو دیکھ کر اونچی آواز میں غرانے لگے۔ لائبہ تو چیخ کر زاریہ سے لپٹ گئی' جبکہ وہ دونوں زور سے ہنس پڑے۔

''لائبہ آپی! وہ دونوں بندھے ہوئے ہیں' کچھ نہیں کہیں گے''۔ ذوالنون شاہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا' پھر وہ دونوں خوبصورت سی شام انجوائے کرتیں گھر آ گئیں۔

⟡ ☆ ⟡

پھر وہ روز ہی ''ذوالنون شاہ پیلس'' چلی آتی' جو شام پہلے وہ لوگ پارک گزارتے تھے اب وہ ذوالنون شاہ کے لان میں کھیلتے' کبھی جھولا جھولتے تو کبھی فوارے کے پاس بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کرتے' ہر وقت بنگلے میں شور ہنگامہ اور ہنسی کی آواز گونجتی رہتی' ملازمین بھی اس چھوٹی سی گڑیا سے بے حد خوش تھے' ہر وقت رونق لگائے رکھتی تھی' ان دونوں کی دوستی کافی حد تک مضبوط ہو گئی تھی۔

''پتہ ہے ذوالنون! جب میں نے پہلی دفعہ یہ بنگلہ دیکھا تھا باہر سے تب میں نے اسے ''وائٹ محل'' کا نام دے دیا تھا''۔

''لندن میں میرا جو گھر ہے وہ بے حد خوبصورت ہے' میں سوچتی تھی کہ دنیا میں میرے گھر سے زیادہ خوبصورت گھر کسی کا نہیں ہوگا' حقیقت میں وہ بہت خوبصورت ہے' لیکن یہ ''وائٹ محل'' اس سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت ہے''۔ اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''زاریہ! تمہیں یہ محل بہت پسند ہے؟''

"ہاں! بہت زیادہ"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگا۔

"ذوالنون! ایک بات تو بتاؤ! تم اکیلے کیوں رہتے ہو؟ تمہارے مام اور ڈیڈ کہاں ہیں؟ وہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں رہتے، تمہیں اکیلے ڈر نہیں لگتا؟" اس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال پوچھ لیے۔ تقریباً ایک ہفتہ ہو گیا تھا اسے "وائٹ محل" میں آتے ہوئے، لیکن وہ اپنے مام اور ڈیڈ کے بغیر رہتا تھا، وہ جاننے کے لئے بے چین تھی کہ اکیلا کیوں رہتا ہے، آج موقع ملتے ہی اس نے ایک ساتھ ہی سوال کر ڈالے، وہ اس کی عجلت پر مسکرا دیا۔

"میرے بابا جان اور اماں جان، دادا جان کے ساتھ کراچی میں رہتے ہیں، بابا جان کا وسیع بزنس ہے جو انہیں اکیلے ہی سنبھالنا ہوتا ہے اس لئے بابا جان زیادہ تر کراچی میں ہی رہتے ہیں، پھر اماں جان کو بھی کراچی رہنا پڑتا ہے لیکن وہ میرے پاس بھی رہنے آ جاتے ہیں، میں بھی چھٹیوں میں کراچی چلا جاتا ہوں، لیکن تھوڑے دنوں کے لئے رہی ڈرنے کی بات تو اب تو عادت سی ہو گئی ہے، میں تو پانچ سال سے اکیلا رہ رہا ہوں"۔ اس نے اداسی سے کہا۔

"کیا... پانچ سال سے؟" وہ حیرت سے چلا اٹھی تھی۔

"لیکن کیوں؟ کوئی تو وجہ ہو گی اکیلے رہنے کی؟" اس نے الجھ کر پوچھا تو وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"میں ذوالنون شاہ، حمزہ شاہ کا اکلوتا بیٹا اور انوار شاہ کا اکلوتا پوتا ہوں، میرا ایک بڑا بھائی بھی تھا جو مجھ سے سات سال بڑا تھا اور سب کی جان تھا، اذان بھائی جب سات سال کے ہوئے تو ناگہانی موت کا شکار ہو گئے، یہ سب کے لئے اتنا بڑا صدمہ تھا جس نے "شاہ ولا" کے مکینوں کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا، میرے دادا کا تعلق اندرون سندھ سے تھا، وہاں ان کی کافی زمینیں تھیں، وہاں ملکوں اور شاہوں کے درمیان زمین کا کوئی تنازع چل رہا تھا، یہ تنازع شدید لڑائی کی صورت اختیار کر گیا، دونوں طرف خوب لڑائی ہوئی اور خوب گولیاں چلیں، بدقسمتی سے شاہوں کی طرف سے چلنے والی گولی ملکوں کے بیٹے کا سینہ چیرتی ہوئی گزر گئی اور وہ موقعے پر ہی دم توڑ گیا، اس طرح یہ دشمنی اور بڑھ گئی، پتہ نہیں کس طرح دونوں اطراف میں صلح ہو گئی، اس بات کو کافی عرصہ بیت گیا، ایک دن معمول کے مطابق اذان بھائی اسکول گئے، واپسی پر ان کی کار پر شدید فائرنگ ہوئی، ڈرائیور اور اذان بھائی موقعے پر ہی دم توڑ گئے، ملکوں نے اتنے سالوں بعد ننھے سے اذان بھائی سے بدلہ لیا جو گھر سے علم کی روشنی حاصل کرنے نکلے تھے"۔ اذان کے ذکر پر آنسو قطرہ قطرہ ذوالنون کے سفید رخساروں سے لڑھکتے اس کی شرٹ کے گریبان میں جذب ہو رہے تھے۔

"میرے دادا جان اور بابا جان اندر سے بالکل ڈھے گئے تھے، اور میری ماں یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا، موت کو شکست دے کر دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ آئیں، پھر میں نے "شاہ ولا" میں آنکھ کھولی، "شاہ ولا" میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، دادا جان میرے لئے بے حد حساس ہو گئے، انہوں نے پھر یہ محل تعمیر کروایا اور میری پہلی برتھ ڈے پر مجھے گفٹ کیا، میں ایک سال کا بچہ تھا، مجھے کچھ نہیں پتہ تھا کیا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد اماں جان، دادا جان مجھے لے کر اس بنگلے میں شفٹ ہو گئے، آہستہ آہستہ حالات سیٹ ہونے لگے، بابا جان نے اذان بھائی کے قاتلوں کو معاف کر دیا، ایک دفعہ پھر ان کے درمیان صلح ہو گئی، لیکن دادا جان کے دل میں خوف بیٹھ گیا، جب میرا کوئی بہن بھائی نہ ہوا تو دادا جان میرے لئے اور بھی حساس ہو گئے، میرے منہ سے نکلنے والی ہر بات منٹوں میں پوری ہوتی، زندگی کی ہر چیز بہتر سے بہترین میرے پاس موجود تھی، جب میں پانچ سال کا ہوا تو میں نے ون کلاس پاس کر لی تھی"۔ وہ بلاشبہ بے حد ذہین تھا۔

"دادا جان تو کراچی میں ہی رہتے اور بابا جان کبھی کراچی تو کبھی لاہور، جب میں پانچ سال کا ہو گیا تو بابا جان مکمل طور پر کراچی شفٹ ہو گئے، مجبوراً اماں جان کو بھی کراچی جانا پڑا، اماں نے بہت کوشش کی کہ میں بھی ان کے

ساتھ جاؤں، لیکن دادا جان کا حکم تھا کہ میں "ذوالنون شاہ پیلس" میں ہی رہوں، بہت سارے نوکر میری دیکھ بھال میں لگے رہتے، دادا جان اکثر چکر لگاتے رہتے وہ مجھ سے بہت پیار کرتے، وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا، میرے پاس ہر چیز کی ہر نعمت تھی، لیکن آزادی نہیں تھی، میں اس محل میں جیسے قید ہو کر رہ گیا، سپارہ پڑھانے کے لئے قاری صاحب گھر آتے، ٹیوشن پڑھانے کے لئے ٹیوٹر گھر آتا، صرف گھر سے اس وقت نکلتا جب اسکول جاتا وہ بھی کالے شیشے والی گاڑی میں، آگے پیچھے میرے گارڈز ہوتے، اسکول میں بھی ہر وقت ایک گارڈ میرے ساتھ موجود ہوتا، میرا کوئی دوست نہ بنا، باقی کا وقت گھر میں گزرتا، پھر میں اس ماحول میں ایڈجسٹ ہو گیا، بہت کم بولتا اور ہنستا، اس طرح میری زندگی کے گیارہ برس گزر گئے، نہ کسی کو اس محل میں آنے کی اجازت تھی اور نہ مجھے باہر جانے کی اجازت تھی، میرا سارا بچپن اس محل میں گزرا، اس کے علاوہ اب مجھے کہیں نیند نہیں آتی، اب میں اکثر بابا جان کے ساتھ کراچی چلا جاتا ہوں، لیکن دن بھی وہاں رکنا محال ہو جاتا ہے، فوراً واپسی کے لئے پر تولنے لگتا ہوں، اماں جان زبردستی چند دن کے لئے رکھ لیتی ہیں، گیارہ سال کے بعد میرا دل بھی مچلنے لگا، میں بھی عام لڑکوں کی طرح باہر کھیلوں، دوست بناؤں، اپنی مرضی سے خود جا کر شاپنگ کروں، لیکن ان سب کی مجھے اجازت نہ تھی، اب میں بارہ برس کا ہو گیا ہوں، 8th اسٹینڈرڈ میں ہوں، سائیکلنگ کا مجھے بے حد شوق تھا، میں صبح تھوڑی دیر کے لئے پارک میں چلا جاتا ہوں، اس بات کا "شاہ ولا" میں کسی کو نہیں پتہ، اور سب ملازمین کو میں نے سختی سے منع کیا ہے کسی کو نہ بتانے کا، اس دن میں نے تمہیں دیکھا تو بے ساختہ میرے منہ سے باربی ڈول نکل گیا تھا، پھر میں تمہیں باربی ڈول کہنے لگا، میرا دل کر رہا تھا کہ تم میری دوست بن جاؤ، لیکن تھوڑی مشکل کے بعد اللہ کو مجھ پر رحم آ گیا اور میری تنہا زندگی میں تمہیں میری دوست بنا کر بھیج دیا، یہ ہے میری بارہ سالہ زندگی کی کہانی، پہلے اس محل میں مجھے اپنی زندگی قید تنہائی لگتی تھی، اب اس محل سے بہت پیار ہے، اس کی ایک ایک چیز میری دوست ہے اور سب سے بڑھ کر اس محل نے تمہیں اور بھی میرے قریب کر دیا"۔ وہ اسے بتا چکی تھی کہ وہ کس قدر بے چین تھی یہ محل دیکھنے کے لئے، ان دونوں کی دوستی اور بھی مضبوط ہو چکی تھی۔

"اب چاہوں بھی تو اس محل کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا، کیونکہ اس محل کی وجہ سے ہم دوستی کے خاص رشتے میں بندھ گئے ہیں"۔ وہ ایک گہری سانس لے کر چپ ہو گیا، جبکہ وہ ساکت بیٹھی دم سادھے شاک کے عالم میں اسے سن رہی تھی۔

"آئی ایم سوری... میری وجہ سے تم پھر اس تلخ ماضی سے گزرے، اذان بھائی کی ڈیتھ کا سن کر بے حد افسوس ہوا"۔ اس نے افسردگی سے کہا۔

"اٹس اوکے"۔ وہ صرف یہی کہہ سکا۔

"کس قدر ظالم لوگ ہیں ایک بچے سے بدلہ لیا"۔ اس نے بے حد دکھی لہجے میں کہا۔

"تم نہیں جانتیں زاریہ! یہاں لوگ معمولی معمولی بات پر ایک دوسرے کی جان لے لیتے ہیں، دشمنی کی آگ میں سالوں جلتے رہتے ہیں، ایک دوسرے کو قبروں میں اتار کر بھی انہیں ٹھنڈک نہیں ملتی"۔ ذوالنون شاہ نے افسردگی سے کہا۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" زاریہ نے الجھ کر پوچھا۔

"میرے دادا اور بابا کا تعلق اندرون سندھ سے ہے، اس دشمنی نے اذان بھائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا، ان کا کیا قصور تھا، اور میں ساری زندگی کھل کر آزادی کے ساتھ باہر گھوم نہ سکا، میرے دادا جان کو یہ ڈر ہے کہ کوئی مجھے نقصان نہ پہنچا دے"۔ اس کا لہجہ بھیگا تھا، وہ سن سی ہو گئی۔

''چھوڑو ان باتوں کو' میرا سارا انٹرویو لے لیا' اپنے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں' سوائے اس کے کہ تمہارا نام زاریہ شاہ ہے اور لندن سے آئی ہو۔'' ذوالنون نے اس کے فق ہوتے چہرے پر نظر ڈالی اور بات بدلنے کے لئے شوخی میں کہا تاکہ اس کا دھیان بٹ جائے۔

''سوری... میں نے واقعی تمہیں اپنے بارے میں نہیں بتایا۔'' اس نے ہلکی سی شرمندگی سے کہا۔

''تو اب بتادو۔'' اس نے ہنس کر کہا' وہ بھی ہنس پڑی۔

''میرا نام زاریہ شاہ ہے' میرے ڈیڈ کا نام نبیل شاہ ہے' میری مام کا نام علینا شاہ ہے' میرا ایک بھائی ہے جو مجھ سے چھوٹا ہے عمان نام ہے اس کا' میں اسے مانو کہتی ہوں' میری مام اکلوتی ہیں' میرے ڈیڈ کی ایک بہن ہے' تمہارے محل کے سامنے والا بنگلہ میری پھپھو کا ہے' میرے مام اور ڈیڈ کا اپنا بزنس ہے' دونوں مل کر بزنس چلا رہے ہیں' مانو ابھی نو سال ہے اور میں 5th اسٹینڈرڈ کے ایگزام دے کر آئی ہوں' مانو مجھ سے تین سال چھوٹا ہے' میں پاکستان پھپھو کے گھر آئی ہوں' لائبہ آپی اور زید بھائی میرے کزن ہیں' لائبہ آپی میٹرک اور زید بھائی FSC کر رہے ہیں۔'' وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ بتاتی چلی گئی۔

''مائی گاڈ... زاریہ! کس قدر تیز بولتی ہو۔'' ذوالنون نے بری طرح ہنستے ہوئے کہا' وہ بھی ہنس پڑی۔

☆

یوں ہی ہنستے کھیلتے انجوائے کرتے ہوئے آخر کار وہ دن آ گیا جس دن اسے واپس لندن جانا تھا۔

''زاریہ! تم واقعی شام کو چلی جاؤ گی؟'' اس نے اداس لہجے میں پوچھا' اس نے ''ہاں'' میں سر ہلا دیا۔

''میرے ڈیڈ رات کے آئے ہوئے ہیں' تم ملنے بھی نہیں آئے۔'' اس نے شکوہ کیا تو وہ بے چین ہو گیا۔

''زاریہ! تم جانتی ہو' میں پارک تک تو چلا جاتا ہوں' لیکن کبھی کسی کے گھر نہیں گیا' عجیب سا لگ رہا ہے۔'' ذوالنون نے سر جھکا کر آہستگی سے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔'' وہ اس کی کیفیت سمجھ گئی تھی تبھی مسکراتے ہوئے بولی۔

''تم پھر کب آؤ گی پاکستان؟'' اس نے اداسی سے پوچھا۔

''میں نیکسٹ ایئر آؤں گی جیسے ہی اسکول سے چھٹیاں ہوں گی۔''

''وعدہ...؟'' ذوالنون نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلایا' اس نے مسکرا کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا' پھر وہ واپس چلی گئی' وہ سارا دن بولایا بولایا پھرتا' پھر کراچی چلا جاتا۔

''پتہ نہیں باربی ڈول مجھے یاد بھی کرتی ہے یا نہیں؟'' وہ اکثر سوچتا' پھر ایک دن وہ لوٹ آئی' اپنے وعدے کے مطابق' ذوالنون شاہ کو یقین نہیں آ رہا تھا' وہ صرف ایک ماہ کے لئے آئی' دونوں نے خوب انجوائے کیا' پھر یہ روٹین بن گیا' وہ ہر سال ایک ماہ کے لئے پاکستان آتی' دونوں مل کر خوب انجوائے کرتے' اب وہ FSC پارٹ [illegible] اسٹوڈنٹ تھا جبکہ وہ 9th کی اسٹوڈنٹ تھی' اس دفعہ وہ اپنے کزن زید کی شادی میں اپنی فیملی سمیت آئی تھی' وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور شرارتی ہو گئی تھی' اس نے ذوالنون شاہ کو پوری فیملی سمیت انوائٹ کیا' ان دنوں لقمان آمنہ شاہ بھی لاہور آئی ہوئی تھیں' ان سے جب وہ ملی تو آمنہ شاہ حیران رہ گئیں' پھر ذوالنون نے انہیں ساری بات بتائی تو وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئیں' بہرحال انہیں یہ نازک سی لڑکی بہت اچھی لگی' جس نے بیٹے کی زندگی بدل کر رکھ دی تھی۔

''زاریہ! میٹرک کے بعد تمہارا آگے کیا ارادہ ہے؟'' ذوالنون شاہ نے پوچھا۔

''ظاہر ہے میٹرک کے بعد میں آگے ایڈمیشن لوں گی' کسی اچھی یونیورسٹی میں۔'' اس نے لاپروائی سے کہا۔

''زاریہ! کیا تم میٹرک کے بعد پاکستان میں ایڈمیشن نہیں لے سکتیں؟'' ذوالنون نے ہچکچا کر کہا تو وہ فوراً حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

''بتاؤ ناں! کیا تم پاکستان میں ایڈمیشن لوگی؟'' اس نے امید سے اس کی طرف دیکھا۔

''نو... اینڈ نیور۔'' زاریہ نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

''لیکن کیوں؟'' اس نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''ذوالنون! پاکستان سے لوگ لندن جاتے ہیں' تعلیم حاصل کرنے' اور تم مجھے پاکستان تعلیم حاصل کرنے کے لئے کہہ رہے ہو؟'' اس نے جھنجلا کر کہا۔

''تمہارا FSC مکمل ہونے والا ہے' تمہیں چاہئے کہ تم ہائر اسٹڈی کے لئے لندن آ جاؤ۔'' اس نے ہی اسے مشورے سے نوازا۔

''شکریہ مشورے کا۔'' ذوالنون نے چڑ کر کہا۔

''میں پہلے ہی دادا جان اور بابا جان سے بات کر چکا ہوں' انہوں نے صاف منع کر دیا ہے' کسی صورت مجھے لندن یا امریکہ بھیجنے کے لئے راضی نہیں ہیں۔'' اس نے بے بسی سے کہا۔

''کیوں... انہیں کیا پرابلم ہے؟'' اس نے بے حد ناگواری سے کہا۔

''زاریہ! تم جانتی ہو۔'' اس نے چڑ کر کہا تو وہ چپ ہو گئی۔

''فی الوقت کچھ نہیں کہہ سکتی' ابھی ایک سال پڑا ہے' مام اور ڈیڈ سے مشورہ کروں گی' جو مناسب لگا وہی کروں گی۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا' وہ پھر کچھ نہ بولا۔

☆

وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا' وہ BSC کر رہی تھی جبکہ وہ تعلیم مکمل کر کے اپنے بابا کے ساتھ بزنس کی دنیا میں قدم رکھ چکا تھا' آج کل وہ لاہور والی برانچ کو مزید ترقی دے رہا تھا' دونوں میں دوستی سے بڑھ کر محبت کا رشتہ بن گیا تھا' محبت اوس کے قطروں کی طرح ہے جو دل کی سرزمین پر گرتی ہے تو زمین کو سیراب کرتی چلی جاتی ہے' مگر اس کے ساتھ ہی پیاس بھی بڑھتی جاتی ہے' ان دونوں کا حال بھی کچھ ایسا تھا' دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے' ان سالوں میں وہ صرف ایک بار پاکستان آئی تھی' وہ بھی لائبہ آپی کی شادی پر چند دنوں کے لئے' اس کے بعد وہ اتنی بزی رہی کہ پاکستان کا چکر نہ لگا سکی۔ ذوالنون شاہ کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا' وہ اپنا پرپوزل بھیجنا چاہتا تھا' لیکن وہ ابھی انکاری تھی' اس نے صاف منع کیا تھا جب تک اس کی تعلیم مکمل نہیں ہو جاتی شادی یا منگنی کا سوچے بھی نہیں۔ وہ غصے سے ناراض ہو جاتا' لیکن صرف چند لمحوں کے لئے' اس سے زیادہ ناراض رہنا اس کے بس میں نہیں تھا' وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ انٹرنیٹ اور فون پر ڈھیروں باتیں کرتے۔

''پتہ ہے ذوالنون! شام بہت خوبصورت ہے' اتنا کہ میں بتا نہیں سکتی۔'' اس نے کھنکتے لہجے میں کہا تو وہ چونک گیا۔

''یہ شام کون ہے؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''شام میرا فرینڈ ہے۔'' اس نے مزے سے کہا۔

''یہ کب بنا تمہارا فرینڈ؟'' اس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"جیلس ہو رہے ہو؟" وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"زاریہ! میں کچھ پوچھ رہا ہوں"۔ اس نے درشت لہجے میں کہا' وہ ہنس ہنس کے بے حال ہو گئی' ایک لمحے کے لئے وہ اس کی ہنسی میں کھو گیا۔
"مائی گاڈ! ذوالنون! تم میرے بیٹے سے جیلس ہو رہے ہو"۔ اس نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
"کیا... نام بیٹا ہے؟" وہ چیخا۔
"آف کورس جناب! کیا تم مجھے ایسا سمجھتے ہو؟" اب کی بار اس نے کچھ خفگی سے کہا۔
"کیا کروں میں بے بس ہوں؟ محبت میں انسان ایسے ہی پوزیسو ہو جاتا ہے' میں تم سے بہت بہت پیار کرتا ہوں' بہت زیادہ"۔ اس کے لہجے کی آنچ بے ساختہ اس کا دل دھڑکا گئی تھی۔

☆

پھر وہ اکثر ہی اسے نام کے حوالے سے چڑاتی' وہ سچ مچ میں چڑ جاتا۔
"زاریہ! کسی دن میں نے لندن آ کر اس فساد کی جڑ "نام" کا گلا دبا دینا ہے"۔ اس نے سپاٹ انداز میں کہا۔
"چلو اس بہانے تم لندن تو آؤ گے"۔ اس کی بات سن کر وہ کافی محظوظ ہوئی' کبھی کبھی جب زیادہ شرارت کے موڈ میں ہوتی' نام کی اس انداز سے تعریف کرتی جیسے وہ واقعی ہو سچ میں لڑکا ہو' کبھی کبھی تو ذوالنون بھی ٹھٹھک جاتا' اُسے بھی یہی گمان گزرتا جیسے نام کوئی لڑکا ہو' پھر اس کا BSc مکمل ہو گیا' ذوالنون کے بے حد اصرار پر اور کچھ اس کا اپنا دل بھی پاکستان جانے کو چاہ رہا تھا' مام اور ڈیڈ کی رضامندی لے کر اس نے پاکستان میں ایڈمیشن لینے کا سوچا' پھر اس نے پنجاب یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا۔ ذوالنون کی خوشی کی انتہا نہ تھی' جب زاریہ نے بتایا کہ وہ پاکستان آ رہی ہے۔ پہلی دفعہ وہ زاریہ کی پھپھو کے ساتھ ایئر پورٹ اُسے ریسیو کرنے آیا تھا' وہ کتنے ہی لمحے پلک جھپکے بغیر ٹک ٹک اسے دیکھتا رہا' یہاں تک وہ پھپھو سے مل کر الگ ہوئی' خوشی سے چمکتی آنکھوں سے نروس ہو رہی تھی' حالانکہ وہ ہمیشہ ہی پُراعتماد نظر آتی تھی۔ زاریہ اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے سر جھکا گئی تو وہ بھی ہوش میں آ گیا۔
"کیسی ہو... زرا!" اس نے بے حد محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔
"ٹھیک ہوں' تم کیسے ہو؟" اس نے بڑی دقت سے پوچھا۔
"میں بھی ٹھیک ہوں اب' لیکن تم کافی بدل گئی ہو اور پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی ہو"۔ ذوالنون کی تعریف پر اس کے رخسار دہک اُٹھے تھے' وہ بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی' کہاں وہ چھوٹا سا لڑکا ہوا کرتا تھا' اب وہ ایک مکمل مرد تھا' پہلے سے بڑھ کر حسین اور شاندار لگ رہا تھا' وہ سارے رستے اس کا جائزہ لیتی رہی۔ عید آئی پہلی دفعہ اس نے پاکستان میں عید منائی تھی' لندن میں اور پاکستان کی عید میں بہت فرق تھا' لائبہ آپی بھی اپنے چھوٹے سے بیٹے کے ساتھ آئی ہوئی تھیں' اور زید بھائی کے بھی دو بچے تھے' نمرہ بھابی بھی بہت اچھی تھیں' ان سب کے ساتھ اس نے بے حد انجوائے کیا' لیکن وہ ذوالنون کو بے حد مس کر رہی تھی' جو عید کے روز صبح کراچی چلا گیا تھا' اور شام کو لوٹ آیا۔ رات کو اس نے "وائٹ محل" میں ایک چھوٹی سی پارٹی رکھی' جس میں زاریہ کی پھپھو کی فیملی اور چند دوسرے فرینڈز شامل تھے' اس کے دوست تھے ہی بہت کم۔ پارٹی بے حد زبردست رہی' اس نے بہت انجوائے کیا' زندگی میں پہلی دفعہ اس کی عید یادگار عید بن گئی تھی۔ ذوالنون شاہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ' خوشیاں اور اطمینان دیکھ کر سرشار ہو گیا تھا' یہ نازک سی لڑکی اس کے لئے کتنی اہم تھی' کوئی اس سے پوچھتا۔

☆

اگلے دن وہ بے حد اُداس تھی' اُسے عمان' مام اور ڈیڈ بے حد یاد آ رہے تھے' وہ نام کو بھی بے حد مس کر رہی تھی' اور ذوالنون شاہ کو بھی' وہ اپنی سوچوں میں گھری لان میں اِدھر سے اُدھر چکر کاٹ رہی تھی' جب وہ ان کے گھر چلا آیا' اب وہ اکثر آ جاتا تھا۔
"تم مجھے یاد کر رہی تھیں....؟ لو میں آ گیا"۔ ذوالنون شاہ نے شوخی سے کہا' تو اسے ہنسی آ گئی' لیکن ضبط کر گئی۔
"جی نہیں' میں تمہیں یاد نہیں کر رہی تھی"۔ اس نے بے نیازی سے کہا۔
"اچھا... تو پھر کس کو یاد کر رہی تھیں؟" ذوالنون شاہ کے استفسار پر ایک لمحے میں اس کے ذہن میں شرارت سوجھی۔
"میں نام کو یاد کر رہی تھی"۔ اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"اس لئے کہ تم مجھ سے زیادہ فوقیت دے رہی ہو؟" اس نے تلملا کر کہا۔
"کیوں....؟ میں اُسے نہیں سوچ سکتی کیا؟ اُسے نہیں چاہ سکتی کیا؟" اس نے عام سے انداز میں کہا۔
"نہیں تم صرف ذوالنون شاہ کو چاہ سکتی ہو' اُسے سوچ سکتی ہو"۔ اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔
"اچھا فرض کرو' اگر نام لڑکا ہوا تو....؟"
"نہیں' میری زاریہ! مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی"۔ ذوالنون شاہ نے بے حد مضبوط لہجے میں کہا تو وہ اسے دیکھتی رہ گئی' اندر سے اس کے سرشاری سی سرشاری پھوٹ رہی تھی' وہ اس پر کس قدر اعتماد کرتا ہے۔
"اور اگر کسی نے مجھے چاہا تو....؟" جانے وہ آج کیوں اس کے ضبط کا امتحان لینے پر تلی ہوئی تھی۔
"کسی میں اتنی جرأت کہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں چاہے"۔ اس نے غرا کر کہا تو وہ دیکھتی رہ گئی اور پھر عزے سے بولی' صرف اسے چڑانے کو۔
"مجھ میں تو اتنی جرأت ہے' میں تمہارے علاوہ بھی کسی اور کو چاہ سکتی ہوں"۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا' تبھی وہ چلتا ہوا اس کے مقابل آ گیا' دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر دھر دیئے۔
"کیا کہا تم نے؟ پھر کہنا"۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور لہجہ اتنا سرد تھا کہ وہ سُن ہو گئی۔
"ایک بات میری یاد رکھنا' جس دن میرے علاوہ تم نے کسی اور کو چاہا' اس دن میری موت ہو گی"۔ ایک ایک لفظ چبا کر کہتا اسے ساکت و صامت چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ وہ کتنی ہی دیر اسی حالت میں کھڑی رہی' جب معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تو ڈھیروں ندامت نے اسے گھیر لیا' وہ بھلا کب اس شخص سے جدا رہ کر خوش ہو سکتی تھی' یہ شخص تو اسے خود سے بھی زیادہ عزیز تھا۔
"وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلا گیا"۔ یہی سوچ سوچ کر اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئیں۔ وہ ذوالنون شاہ کو ہرٹ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی' وہ ذرا سا اُداس ہوتا تو وہ بے چین ہو جاتی تھی۔ دوپہر سے شام اور شام سے رات ہو گئی' نہ وہ خود آیا' نہ اس کی کوئی کال یا SMS آیا' زاریہ نے نجانے کتنے ہی "سوری" کے میسجز کئے' لیکن کسی ایک کا بھی ریپلائے نہیں آیا۔ اس نے کال کی' ذوالنون شاہ کا نمبر ہی سوئچ آف جا رہا تھا' وہ پریشان ہو گئی' وہ جتنا مرضی خفا ہو جائے' تھوڑی دیر میں خود ہی مان جاتا تھا' عجیب سی بے چینی' بے قراری اس کی رگ رگ میں سرایت کر گئی۔ اس نے لیپ ٹاپ آن کیا' ذوالنون شاہ کو ای میل بھیج دی' جواب ندارد' ساری رات وہ سوتی جاگتی کیفیت میں رہی' بار بار اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں' وہ اس کی ذرا سی بے اعتنائی برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ صبح اس نے

ناشتہ بھی نہیں کیا وہ "ذوالنون شاہ پیلس" آ گئی کیونکہ وہ اس کے آفس نکلنے سے پہلے اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔

"ذوالنون شاہ کہاں ہے؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا۔

"جی وہ تو کل شام سے کراچی گئے ہوئے ہیں ابھی تک نہیں آئے"۔

"کیا... وہ کراچی گیا ہے؟" وہ تو بھونچکا کر رہ گئی۔

☆

سارا دن گزر گیا اس کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا وہ سارا دن سیل ہاتھ میں پکڑے اس کے فون کا ویٹ کرتی رہی۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ ذوالنون شاہ اسے اگنور کر رہا تھا وہ بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ نمرہ بھابی اور پھپھو اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گئیں کہ کیا ہوا ہے اس نے عمان مام اور ڈیڈ کے یاد آنے کا بہانہ کر دیا شام کو وہ ٹیرس پر کھڑی تھی جب ذوالنون شاہ کی گاڑی آتی دکھائی دی یہاں تک کہ وہ "وائٹ محل" کا گیٹ کراس کر گئی اسے شدت سے ایک بار پھر رونا آ گیا۔

"چھوٹی سی بات کی کتنی بڑی سزا دے رہا ہے میں بھی اب "وائٹ محل" نہیں جاؤں گی"۔ اس نے غصے سے سوچا لیکن اس پر عمل نہ کر سکی آدھے گھنٹے بعد وہ اس کے کمرے میں تھی۔ وہ ٹیرس پر کھڑا چائے کا مگ ہاتھ میں پکڑے چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہا تھا جب دھاڑ کی آواز سے ٹیرس کا دروازہ کھلا وہ دہل ہی گیا وہ تیزی سے اس کے پاس آئی اور سخت تیوروں سے اسے گھور رہی تھی گرے آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں ذوالنون شاہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"کیا ہوا زاریہ؟" اس نے بے حد فکر مندی سے پوچھا اس کے آنسو ایک بار پھر ٹپ ٹپ گرنے لگے وہ تڑپ ہی گیا اس نے اس کے آنسو صاف کرنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے غصے سے ہاتھ جھٹک دیا۔ وہ منٹوں میں معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا۔

"سوری... زر! بابا جان کا اچانک ہی بی۔ پی شوٹ کر گیا تھا ان کی طبیعت بے حد بگڑ گئی تھی اس لئے میں بغیر بتائے فوراً چلا گیا باوجود کوشش کے میں نہ کال کر سکا نہ میسج کا جواب دے سکا"۔ ذوالنون شاہ نے بے حد آہستگی سے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بابا جان کی؟" وہ اپنا غم بھول کر اس کی پریشانی میں پریشان ہو گئی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے پہلے سے بہتر ہے تم بتاؤ! تم کیوں رو رہی تھیں؟" ذوالنون شاہ نے بے حد فکر مندی سے پوچھا تو اس نے شکوہ کرتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"میں سمجھی تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو ایک دفعہ بھی مجھے کال نہ کی"۔

"زر! تم جانتی ہو میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا وقتی طور پر مجھے بے حد غصہ آیا تھا لیکن تم سے ناراض نہیں ہوں"۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"سوری! میں نے مذاق کیا تھا"۔ زاریہ نے افسردگی سے کہا۔

"زر! پلیز... بار بار سوری کر کے مجھے شرمندہ مت کرو یہ حقیقت ہے کہ تم کوئی ایسی بات مذاق سے بھی کرو گی تو مجھے بُرا لگے گا اسے میری چاہت کی انتہا کہہ لو یا پھر خود غرضی کہہ لو"۔ اس نے سنجیدہ ٹھوس لہجے میں کہا۔

☆

اس کا آخری سمسٹر بھی مکمل ہو گیا تو اس نے سکون کی سانس لی ذوالنون شاہ کو اس دن کا شدت سے انتظار تھا۔

آمنہ شاہ لاہور آئیں تو زاریہ کو دیکھ کر حیران بھی ہوئیں اور خوش بھی۔

"زاریہ بیٹی! اتنی بڑی ہو گئی"۔ آمنہ شاہ نے محبت بھرے لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دی وہ اب فارغ تھی اور آمنہ شاہ بھی کچھ دنوں کے لئے لاہور رہنے آئی تھیں زاریہ کا زیادہ تر وقت آمنہ شاہ کے ساتھ گزرتا ڈھیروں باتیں کرتیں آمنہ شاہ کو زاریہ بے حد اچھی لگتی۔

"اماں جان! میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں"۔ ذوالنون شاہ نے کہا۔

"کہو میری جان!" آمنہ شاہ نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

"اماں جان! وہ میں زاریہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں"۔ اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"میں زاریہ سے بہت پیار کرتا ہوں زاریہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے اب اس کی تعلیم مکمل ہو گئی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بابا جان اور دادا جان سے بات کریں"۔ آمنہ شاہ خاموش رہیں۔

"اماں جان! آپ کچھ بولتی کیوں نہیں؟" ذوالنون شاہ نے بے چینی سے کہا۔

"ذوالنون بیٹا! ہمیں تمہاری خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہئے زاریہ بہت اچھی نیچر کی ہے مجھے بھی بے حد پسند ہے لیکن...!" آمنہ شاہ ایک دم چپ ہو گئیں۔

"لیکن کیا اماں جان؟" اس کی بے تابی عروج پر تھی۔

"کیا وہ ہمارے ماحول میں ایڈجسٹ کر پائے گی؟ وہ لندن میں پلی بڑھی ہے کیا وہ ہماری روایات کو اپنا پائے گی؟" آمنہ شاہ نے ہچکچا کر کہا تو ذوالنون شاہ نے سکون کا سانس لیا۔

"اماں جان! اس بات کی آپ فکر نہ کریں وہ سب کچھ جانتی ہے وہ آسانی کے ساتھ ایڈجسٹ ہو جائے گی"۔ ذوالنون شاہ نے پُر سکون لہجے میں کہا آمنہ شاہ بھی مسکرا دیں پھر آمنہ شاہ نے فون پر حمزہ شاہ سے بات کی تو ایک لمحے کے لئے وہ بھی چپ ہو گئے بہر حال انہیں اپنے اکلوتے بیٹے کی خوشی سب سے زیادہ عزیز تھی انہوں نے انوار شاہ سے بات کی وہ ششدر رہ گئے۔

"ٹھیک ہے میں لاہور جا کر دیکھتا ہوں"۔ انہوں نے فوراً اپنی حالت پر قابو پایا تو حمزہ شاہ اثبات میں سر ہلا کر باہر آ گئے۔ انوار شاہ اگلے دن لاہور آ گئے زاریہ سے مل کر انہیں بے حد حیرانی ہوئی اُن کے خیال میں ایک برٹش لڑکی ٹائٹ جینز اور ٹی شرٹ میں ہو گی لیکن وہ سینے سے دوپٹہ شانوں پر پھیلائے لانگ شرٹ اور ٹراوزر پہنے ہوئے تھی وہ ہر لحاظ سے انہیں پرفیکٹ لگی لیکن ایک سوچ نے تیزی سے ان کے دل میں خوف پیدا کر دیا۔

"اگر زاریہ شادی کے بعد ذوالنون شاہ کو لندن لے گئی تو....؟" وہ کسی طرح بھی اپنے اکلوتے پوتے کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔

"پتہ ہے ذوالنون شاہ! تم ہمیں کتنے عزیز ہو؟ سمجھ لو کے تمہاری زندگی کی وجہ سے میری سانس چل رہی ہے میں نے تمہاری بات ہانیہ سے طے کر دی تھی لیکن تمہاری خوشی کی خاطر ہمیں زاریہ کا رشتہ منظور ہے"۔ انوار شاہ نے رسانیت سے کہا ذوالنون شاہ کے ساتھ ساتھ آمنہ شاہ بھی ٹھٹھک گئیں۔

"یہ ہانیہ کون ہے؟" آمنہ شاہ نے حیرت پر قابو پا کر عام سے لہجے میں پوچھا۔

"ہانیہ زوہیب میرے دوست کی پوتی ہے میں اپنے دوست سے معذرت کر لوں گا مجھے اپنے پوتے کی خوشی سب سے زیادہ عزیز ہے"۔ انوار شاہ نے بشاش لہجے میں کہا۔

"تھینک یو سوچ... دادا جان!" وہ بے ساختہ ہی ان سے لپٹ گیا تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی پھر دونوں

خاندان والوں نے بچوں کی خوشی میں رضامندی دے دی اور اگلے ماہ کی دس تاریخ منگنی کے لیے فکس کردی گئی۔ دونوں بے حد خوش تھے خوشی سے ذوالنون شاہ کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

"زاریہ! میری پوری فیملی تمہیں بہت چاہتی ہے پوری عزت و احترام کے ساتھ اور مان کے ساتھ تمہیں اپنا بنانا چاہتی ہے پلیز..... زاری! کبھی اُن کی محبتوں پر شک نہ کرنا' کبھی کچھ ایسا نہ کرنا جس سے اُن کو تکلیف۔" ذوالنون شاہ نے جانے کس خدشے کے تحت یہ سب کہا۔

"ذوالنون! کیا تمہیں اپنی زاری پر اعتبار نہیں ہے؟ تم سے جڑی ہر چیز میرے لیے بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی جتنی تمہارے لئے' وہ بھی میرے اپنے ہیں' میں کیسے اُن سب کی محبتوں پر شک کرسکتی ہوں؟" اس نے اُلٹا اس سوال کرڈالا تو وہ لاجواب ہوگیا۔

"تم پریشان نہ ہو ذوالنون! انشاء اللہ سب ٹھیک ہی ہوگا"۔

"انشاء اللہ!" ذوالنون شاہ نے بھی صدق دل سے کہا۔

☆

"دادا جان! آپ نے مجھے بلوایا؟" زاریہ نے مؤدب لہجے میں کہا' وہ اس وقت ذوالنون شاہ کی اسٹڈی میں۔ ذوالنون شاہ آمنہ شاہ کے ساتھ کل کراچی گیا تھا' جبکہ دادا جان ابھی تک یہیں تھے' انہوں نے ملازمہ کے ذریعے زاریہ کو بلوایا تھا۔

"ہاں! میں نے بلوایا ہے' بیٹھ جاؤ"۔ تو وہ چپ چاپ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ انوار شاہ نے چیک بک سے ایک چیک پھاڑا اور اس پر سائن کرکے زاریہ شاہ کو دے دیا' وہ اُلجھ کر رہ گئی۔

"دادا جان! یہ کیا ہے؟" اس نے اُلجھ کر پوچھا۔

"تم پڑھی لکھی ہو' بخوبی جانتی ہو یہ چیک ہے"۔

"دادا جان! مجھے پتہ ہے یہ چیک ہے' لیکن آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں؟" اس کی بے چینی عروج پر تھی۔

"میں نے اس پر سائن کردیے ہیں' رقم تم اپنی مرضی سے لکھ لو"۔ انوار شاہ نے سکون سے کہا۔

"لیکن کیوں..... دادا جان؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"ذوالنون شاہ کی زندگی سے دور جانے کے لئے"۔ انہوں نے پُرسکون لہجے میں کہا' وہ ہکا بکا انوار شاہ کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ دادا جان!" اس نے مری ہوئی آواز سے پوچھا' اسے لگا شاید اسے سننے میں غلطی ہوگئی ہو۔

"یہ چیک لو اپنی مرضی سے کیش کروالو اور ہمیشہ کے لئے ذوالنون شاہ کی زندگی سے دور چلی جاؤ"۔ انوار شاہ نے درشت لہجے میں کہا۔

"دادا جان! بہت عزت کرتی ہوں میں آپ کی' میں نے ذوالنون شاہ سے محبت کی ہے' کوئی بزنس ڈیل نہیں جو آپ مجھے پیسوں سے خرید لیں' یہ رہا آپ کا دیا ہوا چیک"۔ اس نے چیک کے کئی ٹکڑے کرکے ہوا میں اُچھال دیے۔

"کیا سمجھ رکھا ہے آپ نے مجھے؟ میں کوئی لالچی لڑکی ہوں' آپ چیک دیں گے اور میں خوشی خوشی چیک لے کر دفعان ہوجاؤں گی؟ یہ آپ کی بھول ہے زاریہ شاہ کوئی عام لڑکی نہیں جو آپ کے اشاروں پر چلے گی"۔ اس نے

صدا گواری سے کہا۔

"لگتا ہے تمہیں پیار کی زبان سمجھ نہیں آئے گی"۔ انہوں نے پُراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا کرلیں گے آپ؟ ذوالنون شاہ میرا ہے' آپ اُسے مجھ سے چھین نہیں سکتے"۔ اس نے چلاّ کر کہا۔

"میں کیا کرسکتا ہوں؟ اس کا تمہیں اندازہ بھی نہیں' وہ تمہارے کزن کا نام کیا ہے؟ ہاں..... زید! اور تمہارے بھائی کا نام عثمان ہے' فرض کرو اگر یہ دونوں اس دنیا میں نہ رہیں تو کیا کرو گی؟" انوار شاہ نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کرسکتے"۔ اس کے اندر خوف کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"میں سب کچھ ذوالنون کو بتادوں گی' جب آپ کا لاڈلہ پوتا آپ سے نفرت کرے گا' پھر میں دیکھتی ہوں آپ کیا کرسکتے ہیں؟" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ذوالنون تمہاری بات کا یقین کرے گا بھی نہیں"۔ انوار شاہ نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"دیکھو لڑکی! تمہارے پاس صرف پانچ دن ہیں' سوچ سمجھ کر مجھے جواب دے دینا' ذوالنون شاہ چاہیے یا اپنا بھائی؟ اسے میری دھمکی نہ سمجھنا' میں اس پر عمل بھی کرنا جانتا ہوں' اور ایک بات اور ذہن میں اچھی طرح بٹھالو اگر ذوالنون یا کسی اور کو اس بارے میں کچھ پتہ چلا تو پھر جو تمہارا انجام ہوگا اس کا تم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا"۔ انوار شاہ نے غراتے لہجے میں کہا' وہ بھاگتی ہوئی اپنے گھر آگئی' سیدھا کمرے میں جاکر بند ہوگئی۔ ذوالنون شاہ کو چھوڑنے کا تصور ہی اس کی جان نکال رہا تھا' حقیقت میں اس پر عمل کرنا کتنا تکلیف دہ تھا' سارا دن وہ کمرے میں بند رہی' رو رو کر اس کا بُرا حال ہوگیا' بھابی کئی بار دروازہ پیٹ کر جاچکی تھیں' وہ طبیعت خراب ہونے کا بہانہ کرکے کمرے سے نہ نکلی' سوچ سوچ کر اس کا دماغ شل ہوگیا تھا۔ ذوالنون شاہ کی بار بار کال آرہی تھی' اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ کال پک کرتی' اگر وہ ذوالنون سے بات کرتی تو صبر کا دامن چھوٹ جاتا تھا' فی الوقت وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔

"زاریہ! باہر آؤ..... صائم ابھی تک اسکول سے نہیں آیا"۔ بھابی نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا' وہ آنسو صاف کرتی باہر آگئی۔

"بھابی! آپ پریشان نہ ہوں' ڈرائیور لینے گیا ہے' آجائے گا' ڈونٹ وری"۔ اس نے بوجھل لہجے میں کہا۔

"زاری! تمہاری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہوئی' آواز بھی کافی بھاری محسوس ہورہی ہے' ڈرائیور آجائے تو پھر ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں"۔ بھابی نے فکر مندی سے کہا۔

"بس گلا خراب ہے' خود ہی ٹھیک ہوجائے گا"۔ اس نے لاپرواہی سے کہا' کلاک کی سوئیاں دھیرے دھیرے بڑھ رہی تھیں' اب تو زاریہ بھی تشویش میں پڑ گئی تھی' اس وقت تک تو صائم گھر آجاتا تھا۔

"بھابی! میں ڈرائیور انکل کو فون کرتی ہوں' آپ پریشان نہ ہوں"۔ اس نے بھابی کو تسلی دی اور خود فون کی طرف بڑھ گئی' وہ فون کے پاس پہنچی تو فون بجنے لگا' اس نے لپک کر فون اُٹھایا۔

"ہیلو..... زاریہ بی بی!" ڈرائیور نے بے حد گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی میں زاریہ ہوں' آپ کہاں ہیں؟ صائم کو لے کر گھر کیوں نہیں پہنچے ابھی تک؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"وہ صائم اسکول کے باہر کہیں بھی نہیں ہے' اسکول میں بھی نہیں ہے"۔ ڈرائیور کی گھبرائی ہوئی آواز نے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔

(جاری ہے)

انعم نذیر

مکمل ناول

آخری حصہ

میری عید تم ہو

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ اچھی طرح چیک کرنا تھا' آپ اچھی طرح دوبارہ دیکھیے' میں زید بھائی کو فون کرتی ہوں"۔

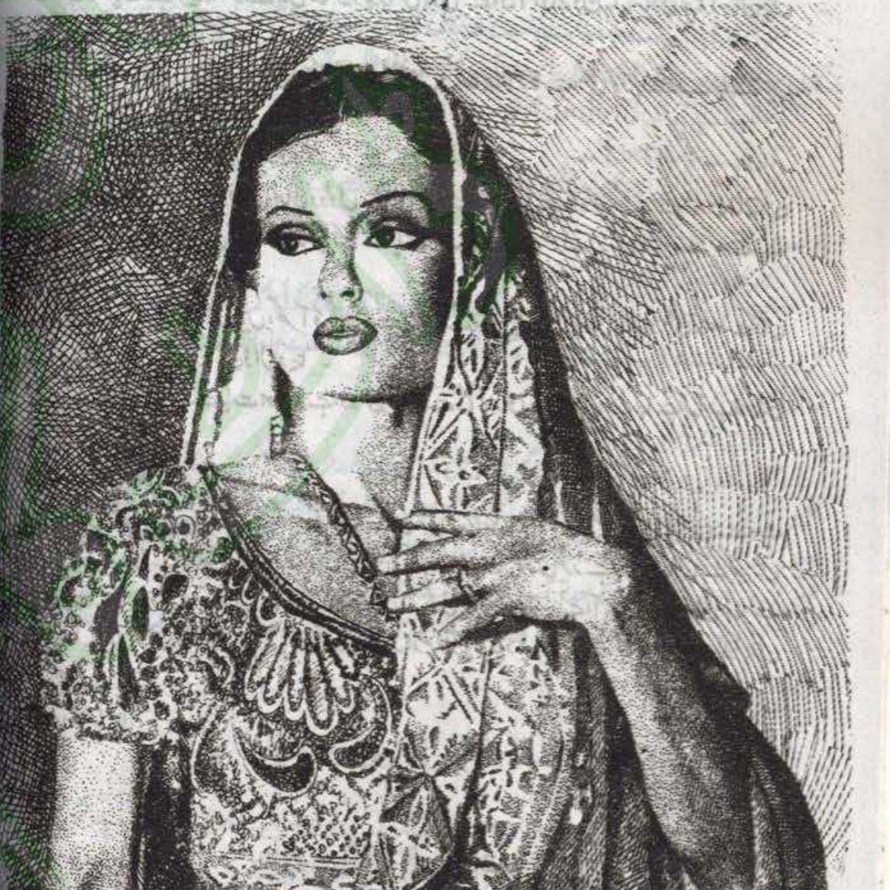

"کیا ہوا زاریہ! صائم کہاں ہے؟" بھابی نے بے قراری سے پوچھا۔

"بھابی! صائم اسکول میں نہیں ہے' نہ ہی اسکول کے باہر ہے"۔ زاریہ نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا' بھابی دھواں دھار رونے لگیں۔

"پلیز بھابی! حوصلہ کریں' میں زید بھائی کو فون کرتی ہوں"۔

"زید بھائی! وہ صائم اسکول سے غائب ہے"۔ زید کے ہیلو کہتے ہی اس نے بے قراری سے کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو؟ زاریہ!" وہ گھبرایا۔

"او کے میں آتا ہوں"۔ زید نے عجلت میں کہا اور فون بند کر دیا۔

"بھابی! پلیز.... روئیے نہیں' دعا کریں' زید بھائی آ رہے ہیں"۔ پھپھو بھی بازار سے آئیں تو ان دونوں کو روتا دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"نمرہ' زاری! کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو تم دونوں؟"

"وہ پھپھو! صائم اسکول سے غائب ہو گیا ہے"۔ زاریہ نے روتے ہوئے کہا' پھپھو ان دونوں کو حوصلہ دے رہی تھیں' اور خود بھی رو رہی تھیں' شام کو زید بھائی اور ڈرائیور لوٹے خالی ہاتھ۔

"زید! میرا بچہ کہاں ہے؟" بھابی تڑپ تڑپ کر رو رہی تھیں' پھپھو کی حالت بھی کچھ کم نہ تھی' زید بھائی خود بے حد نڈھال لگ رہے تھے' اس نے فوراً ذوالنون شاہ کو فون کیا۔

"زاریہ! میں تم سے گھر آ کر بات کرتا ہوں' میں ابھی ایئرپورٹ سے باہر نکلنے لگا ہوں' آفس میں کچھ کام ہے اس لئے یہاں سے سیدھا آفس جا رہا ہوں' رات کو بات ہوگی۔

"ذوالنون! میں نے ضروری بات کرنی ہے' صائم کو کسی نے کڈنیپ کر لیا ہے' اس نے بُری طرح روتے ہوئے کہا۔

"پلیز.... ذوالنون! گھر آ جاؤ' ہمیں تمہاری ضرورت ہے"۔ اس نے ملتجی ہو کر کہا۔

"او کے.... زر! میں آ رہا ہوں' تم پریشان مت ہو"۔ پندرہ منٹ بعد وہ ان کے گھر تھا۔

"پلیز پھپھو' بھابی' اور زاریہ! آپ لوگ دعا کریں' رونا کسی بھی مسئلے کا حل نہیں' آپ لوگ دعا کریں' صائم جہاں کہیں بھی خیریت سے ہو' ہم لوگ جا رہے ہیں پولیس اسٹیشن رپورٹ درج کرواتے ہیں' انشاء اللہ صائم مل جائے گا"۔ ذوالنون شاہ نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔ رپورٹ درج کروا دی گئی' لیکن ان لوگوں کو ایک پل بھی سکون کا نصیب نہ ہوا' ساری رات صائم کو یاد کرتے اور روتے ہوئے گزار دی' ذوالنون شاہ مسلسل ان لوگوں کے ساتھ تھا' صبح اس نے بہلا پھسلا کر سب کو ناشتہ کروایا' جو برائے نام تھا' نمرہ بھابی کی حالت دیکھ کر اس کا دل بہت دکھی ہو رہا تھا' ایک ماں اپنے بچے کے لئے تڑپ رہی تھی' ذوالنون شاہ خود بھی بے حد پریشان تھا' ابھی تک تو کڈنیپر کا فون آ جانا چاہئے تھا' زاریہ کسی کام سے اپنے کمرے میں گئی' اس کا فون مسلسل بج رہا تھا' کال انجان نمبر سے آ رہی تھی' اس نے کچھ سوچ کر کال پک کر لی۔

"ہیلو....!" اس نے بمشکل کہا۔

"کون.... زاریہ؟" فون کرنے والے نے تصدیق کی۔

"جی! میں زاریہ! آپ کون؟" اس نے الجھ کر پوچھا۔

"انوار شاہ.... کیسا لگا میرا سرپرائز؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا' ایک لمحے میں وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی' فیصلہ منٹوں میں ہو گیا تھا' وہ دنگ رہ گئی تھی۔

"آپ صائم کو چھوڑ دیں' آپ جیسا کہیں گے ویسا ہی ہوگا"۔ اس نے بُری طرح روتے ہوئے کہا' اس کے سامنے بھابی کا روتا ہوا چہرہ گھوم گیا' پھپھو کی سسکیاں' زید بھائی کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ' کل سے اب تک سب ہی لوگ اس اذیت سے گزر رہے تھے۔

"آپ ابھی صائم کو گھر پہنچا دیں' میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی' صائم کو کچھ نہیں ہونا چاہئے"۔

"ٹھیک ہے' پندرہ منٹ میں صائم گھر پہنچ جائے گا"۔ انوار شاہ نے کہا' فون بند ہو چکا تھا۔ وہ وہیں کارپٹ پر گر گئی' اپنی بے بسی پر پھوٹ پھوٹ کر روتی چلی گئی' کس گناہ کی سزا اسے مل رہی تھی' کیسا امتحان تھا جو اس سے لیا جا رہا تھا؟ ذوالنون شاہ کو چھوڑنا اس کے بس میں نہ تھا' کیسے رہ پائے گی وہ اُس کے بغیر؟ جانے وہ کتنی دیر اس طرح روتی رہی' جبھی ذوالنون شاہ بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"زر.... زاریہ! صائم گھر آ گیا ہے"۔ اس نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ وہ حسرت سے اس شخص کو دیکھنے لگی' جس کا

ساتھ بس یہیں تک تھا۔

"زاریہ! میں سچ کہہ رہا ہوں"۔ ذوالنون شاہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا شانہ ہلایا' وہ بے ساختہ اس کے کندھے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کیسے وہ اس پیارے انسان کا دل توڑ دے؟ آنسو روانی سے بہہ رہے تھے' پھر وہ اٹھی اور بھاگتی ہوئی نیچے آ گئی' صائم کو خود میں بھینچتے ہوئے پھر سے رونے لگی' بے ساختہ اس کی پیشانی بار بار چوم رہی تھی' پھپھو نے آگے بڑھ کر ان دونوں کو الگ کیا۔

"زاریہ! میری جان! چپ ہو جاؤ"۔ پھپھو نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا' لیکن وہ اسی شدت سے روتی رہی' وہ انہیں کیسے بتاتی کہ وہ زندگی کی سب سے بڑی بازی ہار گئی' جو شخص اسے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھا' اس کی محبت تھا' وہی اس سے چھینا جا رہا تھا۔

"زاریہ! چُپ کرو' صائم ماشاء اللہ سے بالکل ٹھیک ہے"۔ ذوالنون شاہ نے کہا' وہ تو اس کے آنسو دیکھ کر بے چین ہو گیا تھا' تبھی اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور زبردستی مسکرانے کی کوشش کی' جس میں وہ بُری طرح ناکام ہو گئی' سر جھکا کر آنسو پینے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

☆

اس حادثے کو پانچ دن بیت گئے تھے' وہ سب حیران تھے' اغوا کرنے والوں نے بغیر کسی ڈیمانڈ کے صائم کو چھوڑ دیا' اگر ایسا کرنا تھا تو اغوا کیوں کیا؟ سوائے زاریہ کے اور کسی کے پاس اس کا جواب نہ تھا۔

"دفعہ کرو اب اس معاملے کو' ہمیں ہمارا بیٹا مل گیا"۔ پھپھو نے محبت سے صائم کی پیشانی چوم کر کہا۔

"زاریہ بی بی! آپ کا فون کب سے بج رہا ہے"۔ ملازمہ نے کہا تو وہ اوپر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"السلام علیکم! مام.... کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام! مائی ڈیئر! میں بالکل ٹھیک ہوں' میری بیٹی کیسی ہے؟" علیناہ شاہ نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں"۔ زاریہ نے آہستگی سے کہا۔

"زاری! یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا؟" علیناہ شاہ نے ٹھٹھک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں مام! بس گلا خراب ہے' اس لئے آواز کچھ بھاری سی ہے"۔ اس نے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"کسی ڈاکٹر کو دکھانا تھا' میڈیسن لی؟" علیناہ شاہ نے فکرمندی سے کہا۔

"جی مام! لی ہے"۔ زندگی میں پہلی دفعہ اپنی ماں سے جھوٹ بولا تھا۔

"مام! عمان اور ڈیڈ کیسے ہیں' اور ٹام کیسا ہے؟"

"عمان اور نبیل بھی ٹھیک ہیں' اور تمہیں بہت مس کرتے ہیں"۔ علیناہ شاہ نے اُداسی سے کہا۔

"مام! میں بھی آپ سب کو بہت مس کرتی ہوں"۔ وہ رونے لگی' علیناہ شاہ بوکھلا گئی۔

"زاریہ.... میری جان! تم رو کیوں رہی ہو؟" علیناہ شاہ بے چین ہو گئیں۔

"مام! آئی مس یو! میں لندن آنا چاہتی ہوں"۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔

"زاری! نیکسٹ ماہ تمہاری منگنی ہے' ہم سب آ رہے ہیں پاکستان' اس طرح اچانک تمہارا لندن آنا مناسب نہیں ہے"۔ علیناہ شاہ نے رسان سے کہا۔

"منگنی....؟ کیسی منگنی مام! سب کچھ تو ختم ہو گیا"۔ اس نے دل میں کہا' وہ سسک اٹھی تھی۔

"زاریہ! کسی نے کچھ کہا ہے تم سے؟" علیناہ شاہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں مام! آپ سب سے ملے ہوئے دو سال ہو گئے ہیں' کبھی اتنا لمبا عرصہ آپ سے دور نہیں رہی' اس لئے دل بھر آیا تھا"۔ اس نے بہانہ بنایا۔

"ہم سب بھی تم سے ملنے کے لئے بے چین ہیں' ان شاءاللہ اگلے ماہ ہم آ رہے ہیں' اور اپنی بیٹی کی منگنی بہت شاندار طریقے سے کریں گے"۔ علیناہ شاہ نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"اوکے مام! میں پھر آپ سے بات کروں گی' بھابی مجھے بلا رہی ہیں"۔ اسے اب خود پر کنٹرول کرنا مشکل لگ رہا تھا' تبھی فون بند کر دیا۔ وہ ونڈو میں آ کھڑی ہوئی' سامنے "وائٹ محل" پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑا تھا' کتنی یادیں اس محل کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں' ذوالنون شاہ کے ساتھ گزارا ہوا ایک ایک پل' ایک ایک لمحہ اسے یاد آنے لگا۔

"انوار شاہ! مجھے بلیک میل کر رہے ہیں' میں کسی بھی قیمت پر ذوالنون شاہ کو نہیں چھوڑوں گی"۔ اس نے اٹل لہجے میں سوچا۔

"تم نہیں جانتیں زاریہ! یہاں لوگ معمولی معمولی بات پر ایک دوسرے کی جان لے لیتے ہیں' دشمنی کی آگ میں سالوں جلتے رہتے ہیں' ایک دوسرے کو قبروں میں اُتار کر بھی انہیں ٹھنڈک نہیں ملتی"۔ دور سے کہیں ذوالنون شاہ کی آواز کی بازگشت اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ گھبرا گئی۔ صائم والا واقعہ تو وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔

"اور اگر انوار شاہ نے زید بھائی یا مانو کو کچھ کر دیا' نہیں نہیں' میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی"۔ وہ اپنی سوچوں میں گھری تھی' اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا سیل ایک بار پھر بجنے لگا۔ انوار شاہ کا نمبر دیکھ کر اس کا خون کھول اُٹھا' اسے ضبط کرنا تھا' اپنے لئے نہیں اپنے پیاروں کے لئے۔

"ہیلو....!" اس نے آہستگی سے کہا۔

"زاریہ شاہ! میں نے اپنا کہا سچ کر دکھایا' صائم کو چھوڑ دیا' اب تمہاری باری ہے' جلد از جلد اس ایشو کو ختم کرو' منگنی میں تھوڑے دن رہ گئے ہیں"۔ وہ ساکت کھڑی انوار شاہ کو سُن رہی تھی۔

"ذوالنون شاہ کو خود سے بدگمان کرنا ہے' اتنا کے وہ تم سے نفرت کرنے لگے' کیسے کرنا ہے' کس طرح کرنا ہے یہ تم جانتی ہو"۔ انوار شاہ نے فتح سے چُور لہجے میں کہا۔ لائن کٹ چکی تھی' وہ خالی خالی نظروں سے موبائل کی اسکرین کو دیکھ رہی تھی' اس نے گہری سانس لی اور ونڈو سے دور آسمان کی طرف دیکھا' آنسو بھری آنکھوں نے جیسے آسمان سے آگے تک کا سفر کیا' اس کے ہونٹوں نے سِسکاری بھری۔

"اے ربّ العزت' اے مالکِ کائنات! تُو رحیم ہے' کریم ہے' تُو سب جانتا ہے' کون غلط ہے اور کون صحیح' اگر آپ میرا امتحان لینا چاہتے ہیں' میری آزمائش لینا چاہتے ہیں تو میں ثابت قدمی سے اس آزمائش پر پورا اُترنے کی کوشش کروں گی' اے اللہ! میرے اندر اتنا حوصلہ پیدا کر دے میں ثابت قدم رہوں' تیری ہر آزمائش پر پورا اتروں' اللہ پاک! انصاف کرنے کی طاقت آپ کے ہاتھ میں ہے' میں اپنا فیصلہ آپ کو سونپ رہی ہوں' آپ میرے ساتھ ضرور انصاف کریں گے"۔ آنسو موتیوں کی طرح ٹوٹ کر اس کے رخساروں پر گر رہے تھے اور آنکھیں آسمان پر ٹکی تھیں' دل اللہ سے ہمکلام تھا۔

☆

دو دن اسی کشمکش میں گزر گئے کہ وہ ذوالنون شاہ کو کیا کہے اور کیسے کہے' کئی بار وہ اس کا نمبر ڈائل کر چکی تھی' لیکن بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آج تیسرا دن اور کل آخری دن۔ وقت بہت کم تھا اس کے پاس' وہ لان میں بیٹھی اس بارے میں سوچ رہی تھی' جب وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف چلا آیا۔

"زاریہ! کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" ذوالنون نے فکرمندی سے پوچھا' کیونکہ وہ بہت چُپ چُپ سی ہو گئی تھی اور رنگت بھی زرد ہو رہی تھی۔

"کچھ نہیں ٹھیک ہوں"۔ اس نے آہستگی سے کہا۔

"اچھا میں تمہیں ایک گڈ نیوز بتاتا ہوں' کل صبح بابا جان اور لماں جان یہاں آ رہے ہیں' ساری ارینج منٹ یہیں کریں گے"۔ زاریہ کی کیفیت بہت عجیب سی ہو رہی تھی' فق چہرے کے ساتھ وہ اسے دیکھے جا رہی تھی۔ ذوالنون شاہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"زاریہ! مانا کہ صائم والا حادثہ ہم سب کو اذیت سے دوچار کر گیا تھا' مگر اب تو سب ٹھیک ہے' تمہاری مسکراہٹ بھی اس حادثے کے ساتھ معدوم ہو کر رہ گئی ہے' اس کیفیت سے باہر نکل آؤ' کچھ بھی اُلٹا مت سوچو' اس طرح سوچ سوچ کر تم بیمار پڑ جاؤ گی"۔ ذوالنون شاہ نے بہت اپنائیت سے کہا' وہ کچھ نہ بولی' اس کا دل کر رہا تھا' کیسے وہ اس پیارے انسان کا دل توڑے؟

"زاری! کیا بات ہے' تم کچھ پریشان سی لگ رہی ہو؟" وہ بے چین ہو گیا۔

"میں صائم والے حادثے سے پریشان نہیں ہوں"۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر....؟" ذوالنون نے اُلجھ کر دیکھا۔

"تام نے مجھے پرپوز کیا ہے"۔ اس نے سر جھکا کر کہا۔

"واٹ....؟" پہلے وہ شاک کے عالم میں اسے دیکھتا رہا' پھر جو ہنسنا شروع ہوا' اتنا ہنسا یہاں تک کہ اس کی خوبصورت آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔

"تم یونہی ہنستے مسکراتے رہو ذوالنون!" اس کے دل سے دعا نکلی۔

"تو یہ ہے زاری! تمہیں تو مذاق کرنا بھی نہیں آتا' اور تم پر اتنے بُرے دن آ گئے ہیں کہ ایک بلا تمہیں پرپوز کرنے لگا"۔ ذوالنون شاہ نے بُری طرح ہنستے ہوئے اسے چڑایا۔

"یہ مذاق نہیں ذوالنون شاہ!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم جو مرضی کہہ لو زاریہ! اب میں تمہاری بات پر یقین نہیں کروں گا' پہلے ہی تم مجھے اُلو بنا چکی ہو"۔ ذوالنون شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو وہ نظریں چُرا گئی۔

"اس وقت میں جا رہا ہوں' کچھ کام ہے' کل تم نے گھر ضرور آنا ہے' کتنے دن ہو گئے ہیں تم نے چکر نہیں لگایا' کل لماں سے ملنے ضرور آنا"۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر ایک فیصلہ کیا' بغیر گھر میں کسی کو بتائے اس نے ریٹرن ٹکٹ منگوا لئے' رات کو اس نے ساری پیکنگ کر لی' آنکھیں اور دل دونوں رو رہے تھے' وہ بے حس بنی اندر سے آنے والی دہائیوں کو نظر انداز کرتی رہی' اگلے دن آمنہ شاہ نے اسے بلوایا' جب وہ گئی تو لاؤنج میں سب موجود تھے' حمزہ شاہ' آمنہ شاہ' ذوالنون شاہ کے ساتھ کچھ ڈسکس کر رہے تھے' انوار شاہ سنگل صوفے پر خاموش بیٹھے تھے' انہیں دیکھ کر اس کے قدم لڑکھڑائے۔

"السلام وعلیکم!"

"وعلیکم السلام!" آمنہ شاہ نے محبت سے اس کو ساتھ لگایا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"زاریہ! میں نے بازار جانا ہے' تم بھی میرے ساتھ چلو' جوڑا اپنی پسند کا خرید لینا"۔ آمنہ شاہ نے مسکراتے

ہوئے کہا' بے اختیار ہی زاریہ کی نظریں انوار شاہ سے ٹکرائیں' وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے' وہ ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اسے نظروں سے سالم نگل جائیں گے' وہ بے اختیار ہی دو قدم پیچھے ہٹی۔

''مجھے کچھ بات کرنی ہے''۔ زاریہ نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''کرو بیٹا! کیا بات کرنی ہے؟'' آمنہ شاہ نے مسکرا کر کہا۔

''وہ ذوالنون سے کرنی ہے''۔ اس نے مدھم لہجے میں کہا۔ اس کا دل بہت زوروں سے دھڑک رہا تھا' آخری بار وہ اس شخص سے ہمکلام ہونے والی تھی۔

''ہاں کرو!'' ذوالنون نے کہا۔

''اگر بیٹا! اکیلے میں کرنی ہے تو بے شک لان میں چلے جاؤ''۔ آمنہ شاہ نے کہا۔

''نہیں سب کے سامنے کرنی ہے''۔

''تو کرو.... زاریہ! اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے؟'' ذوالنون شاہ نے کہا۔

''منگنی سے پہلے میری دو شرطیں ہیں' اگر آپ کو منظور ہوں تو میں منگنی کروں گی اور اگر نہیں منظور تو نہیں کروں گی''۔ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا' ذوالنون شاہ کے ساتھ ساتھ حمزہ شاہ اور آمنہ شاہ بھی ٹھٹھک گئیں۔

''زاری! مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے''۔ ذوالنون شاہ نے جلدی سے کہا۔

''یہ سُنے بغیر ہی کہ میں نے کیا شرط رکھی ہے؟'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا' چند پل ذوالنون شاہ کچھ بول ہی نہ سکا۔

''بتاؤ بیٹا! کیا شرطیں ہیں؟'' حمزہ شاہ نے لب کشائی کی۔ زاریہ نے ایک نظر ٹی وی لاؤنج میں موجود چاروں نفوس کو دیکھا اور پھر بولی۔

''میری پہلی شرط یہ ہے کہ یہ وائٹ محل یعنی ''ذوالنون شاہ پیلس'' میرے نام کر دیا جائے''۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو زاری! یہ پیلس میرے نام ہے' شادی کے بعد ہم دونوں کا ہے' اگر پھر بھی تم چاہتی ہو کہ یہ تمہارے نام کر دیا جائے تو ٹھیک ہے' منگنی سے پہلے یہ تمہارے نام ہو جائے گا''۔ ذوالنون شاہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا' وہ تو حیران تھا زاریہ کب سے اتنی مادہ پرست ہو گئی۔

''زاریہ! اتنی سطحی سوچ رکھتی ہے''۔ آمنہ شاہ نے بھی ناگواری سے سوچا۔

''ٹھیک ہے بیٹا! ہمیں تمہاری یہ شرط منظور ہے''۔ حمزہ شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔ انوار شاہ نے بے چینی سے پہلو بدلا' جانے وہ دوسری کیا شرط بتانے والی تھی' اور کیا پتہ وہ بھی پہلی شرط کی طرح منظور کر لی جائے۔

''بابا جان! کیا آپ کو زاریہ کی یہ شرط منظور ہے؟'' حمزہ شاہ نے انوار شاہ سے پوچھا۔

''ہوں....!'' انہوں نے ہنکارا بھرا تو وہ مطمئن ہو گئے' جبکہ ذوالنون شاہ نے شکوہ کرتی نظروں سے اسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔

''کیا مجھ پر یقین نہیں تھا؟''

''دوسری شرط بتاؤ!'' حمزہ شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''میری دوسری شرط یہ ہے....!'' اس نے نظریں ذوالنون شاہ کے چہرے پر ٹکا دیں۔

''شادی کے بعد ذوالنون شاہ کو میرے ساتھ لندن میں رہنا ہوگا''۔ سب نفوس کے ساتھ ساتھ انوار شاہ کو بھی سانپ سونگھ گیا' وہ حیرت سے زاریہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ذوالنون شاہ حیرت و بے یقینی کے ساتھ زاریہ کو دیکھ رہا تھا۔

''زاریہ! تم پاگل تو نہیں ہو گئیں؟'' ذوالنون شاہ نے غصے سے کہا جبکہ اس کے ماں باپ خاموش کھڑے تھے۔

''میں پاگل نہیں ہوں' ایک ایک لفظ اپنے ہوش و حواس میں کہا ہے''۔ اس نے بے مروتی سے کہا۔

''زاریہ! میں اپنے پیرنٹس کا اکلوتا بیٹا ہوں' میں انہیں اکیلا چھوڑ کر تمہارے ساتھ لندن کیسے جا سکتا ہوں؟'' ذوالنون شاہ نے بے بسی سے کہا۔

''میرا پرابلم نہیں' تم یہ بتاؤ کہ تمہیں میری شرط منظور ہے یا نہیں؟'' اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

''لیکن کیوں زاریہ! پہلے تو کبھی تمہاری کوئی ایسی خواہشیں نہ تھیں''۔ ذوالنون نے بے چینی سے کہا' ایک طرف اس کی محبت اور دوسری طرف اس کی فیملی' وہ کسی صورت دونوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

''پہلے کی بات اور تھی' صائم والے حادثے نے مجھے بہت کچھ باور کروا دیا ہے' آئے دن یہاں کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے' میں کسی بھی صورت اس ماحول میں ایڈجسٹ نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہاں رہنا چاہتی ہوں''۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''دیکھو.... زاریہ! لازمی تو نہیں کہ جو حادثہ دوسروں کے ساتھ پیش آیا ہو' وہ ہمارے ساتھ بھی پیش آئے؟'' ذوالنون نے اسے سمجھایا۔

''مجھے کچھ نہیں پتہ' مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تم میرے ساتھ لندن جاؤ گے یا نہیں؟'' اس نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

''نہیں''۔ ذوالنون شاہ نے قطعی لہجے میں کہا۔

''تو ٹھیک ہے' مجھے یہ منگنی نہیں کرنی' اور میں کل لندن واپس جا رہی ہوں''۔

''زاریہ! کیا بکواس ہے یہ''۔ ذوالنون شاہ نے ناگواری سے کہا۔

''یہ بکواس نہیں ہے''۔ اس نے چلا کر کہا۔ حمزہ شاہ اور آمنہ شاہ خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے' جبکہ انوار شاہ کی بے تابی عروج پر تھی۔

''زاری پلیز! تم کیوں ایسا کر رہی ہو؟'' ذوالنون شاہ کے لہجے کی تڑپ زاریہ شاہ کا دل چیر گئی تھی' لیکن وہ کیا کرتی' مجبور تھی' اس لئے سختی سے اپنے فیصلے پر ڈٹی رہی۔

''بس اتنی سی محبت کرتے تھے مجھ سے؟ میری معمولی سی خواہش بھی پوری نہیں کر سکتے؟'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

''زاریہ! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں' یہ معمولی سی بات نہیں ہے' میں کیسے اپنے ماں باپ اور دادا کو اکیلا چھوڑ دوں؟'' ذوالنون شاہ نے جھنجھلا کر کہا۔

''میں کچھ نہیں جانتی' مجھے ہاں یا ناں میں جواب چاہئے''۔ اس نے اٹل لہجے میں کہا۔

''ایک ٹام ہے جو میری بے رُخی کے باوجود اپنا سب کچھ میرے لئے چھوڑنے کے لئے تیار ہے' اور ایک تم ہو جو مجبوریاں گنوا رہے ہو''۔ زاریہ نے اس کا صاف تمسخر اُڑایا۔ ذوالنون شاہ کی برداشت کی ساری حدیں ٹوٹ گئیں' آگے بڑھ کر اس نے زوردار تھپڑ زاریہ کے منہ پر دے مارا' آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔

''اگر اب تم نے کوئی بکواس کی تو تمہاری جان لے لوں گا''۔ اس نے درشت لہجے میں کہا۔

زاریہ! اپنے رخسار پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے ذوالنون شاہ کو دیکھ رہی تھی کہ ذوالنون شاہ نے اسے تھپڑ مارا۔

''تم نے بھی اسے لفظوں کی مار سے اندر تک چھلنی کر دیا ہے''۔ اس کے اندر سے آواز آئی' وہ برستی آنکھوں سے

ذوالنون شاہ کو دیکھ رہی تھی' پہلی دفعہ کسی نے اسے تھپڑ مارا تھا۔

''صاف کہو زاریہ شاہ! تمہارا ذوالنون شاہ سے دل بھر گیا ہے' اس لئے کوئی نام تلاش کرلیا' اب فرار کے راستے ڈھونڈنے کے لئے فضول قسم کی شرطیں رکھ رہی ہو''۔ ذوالنون شاہ کے لہجے کی کاٹ نے اسے اندر تک ہلا دیا تھا' اس نے تڑپ کر ذوالنون شاہ کی طرف دیکھا۔

''مجھے نہیں پتہ تھا زاریہ شاہ! تم بھی عام لڑکیوں کی طرح عام سی نکلو گی' تم نے میرے اعتبار کا خون کیا ہے' میرے جذبوں کا مذاق اُڑایا ہے' میری محبت کا جنازہ نکالا ہے' میں تمہیں کیا سمجھتا رہا زاریہ شاہ اور تم کیا نکلیں؟'' ذوالنون شاہ نے ٹوٹے لہجے میں کہا' اور آنکھیں بے اختیار ہی پانیوں سے بھر گئیں۔

''زاریہ! تمہیں مجھ سے نہیں اس محل سے پیار تھا' تمہیں فلرٹ کرنے کے لئے صرف ذوالنون شاہ ہی ملا تھا' کیوں کی تم نے میرے ساتھ بے وفائی؟ زاریہ شاہ! تم بے وفا ہو''۔ ذوالنون شاہ کی آنکھیں چھلک پڑیں' تیزی سے آنسو اس کے چہرے پر بہہ رہے تھے۔

''تم نے مار دیا ہے ذوالنون کو''۔

''میں بے وفا نہیں ہوں''۔ اس نے تڑپ کر کہنا چاہا' لیکن الفاظ لبوں پر ہی دم توڑ گئے' وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح صوفے پر ڈھے گیا' آمنہ شاہ تڑپ کر آگے بڑھیں۔

''زاریہ! تم اس وقت جاؤ' پھر سکون سے تحمل سے بات کریں گے' جذبات میں آ کر فیصلہ کرنا سراسر بیوقوفی ہے' تم جاؤ ابھی''۔ آمنہ شاہ نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ اس نے بے دردی سے اپنے آنسو رگڑے' ایک نظر بھر کر ذوالنون شاہ کو دیکھا جو چند لمحوں میں شکستہ ہو گیا تھا' پھر وہ بھاگتی ہوئی وائٹ محل سے ہمیشہ کے لئے نکل آئی۔

☆

''زاریہ! کیا ہوا' زاری! رُکو تو''۔ بھابی نے حیرت سے کہا' وہ بنا کسی کی طرف دیکھے بُری طرح روتے ہوئے لاؤنج سے گزرتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ پھپھو اس کی حالت دیکھ کر بدحواس ہو گئیں' نمرہ بھابی اور پھپھو اس کے پیچھے لپکیں' لیکن تب تک وہ دروازہ بند کر چکی تھی۔

''زاری! ہوا کیا ہے؟ پلیز دروازہ کھولو''۔ نمرہ بھابی نے پریشانی سے کہا' نمرہ بھابی اور پھپھو آوازیں دے دے کر تھک گئیں۔ آدھے گھنٹے بعد زید گھر آ گیا' اس عجیب سی سچویشن کو سُن کر وہ بھی پریشان ہو گیا۔

''گڑیا! دروازہ کھولو' کیا اپنے بھائی کی بات بھی نہیں مانو گی؟'' انہوں نے مان بھرے لہجے میں کہا' چند لمحے خاموشی سے سرک گئے اور پھر دروازہ کھل گیا' پھپھو بے تابی سے آگے بڑھیں' اس کے پیچھے زید اور نمرہ بھی تھے۔

''زاریہ! مجھے بتاؤ کیا ہوا؟ جہاں تک مجھے پتہ چلا ہے تم ذوالنون شاہ پیلس گئی تھیں''۔ زید کے استفسار پر اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر ایک بار زید بھائی کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے نظریں چُرا گئی۔

''میں کل صبح 9 بجے کی فلائٹ سے لندن واپس جا رہی ہوں''۔ اس نے آہستگی سے کہا' وہ سارے حیرت زدہ رہ گئے۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو زاریہ؟'' پھپھو نے بے یقینی سے پوچھا۔

''پلیز پھپھو! کوئی سوال مت پوچھیئے گا' میرے پاس آپ لوگوں کے ایک بھی سوال کا جواب نہیں ہے''۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن زاریہ اگلے ماہ تمہاری منگنی ہونے والی ہے' اس طرح تم اچانک کیسے لندن جا سکتی ہو''۔ نمرہ بھابی

حیرانگی سے کہا۔

''اب کوئی منگنی نہیں ہو رہی' میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لندن واپس جا رہی ہوں''۔ اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا' تو سب اسے دیکھتے رہ گئے۔

''زاریہ! یہ سب کیا ہے؟ ذوالنون شاہ نے کچھ کہا ہے؟'' زید بھائی نے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں''۔ اس نے مختصر کہا

''تو پھر یہ سب کیا ہے؟ اچانک اتنا بڑا فیصلہ تم نے اکیلے میں کرلیا؟'' زید بھائی نے تاسف سے کہا۔

''یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے' اب کسی بھی صورت میں اس سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی''۔ اس نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

''صائم والے واقع نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے' یہاں کے حالات بہت خراب ہوتے جا رہے ہیں' میں نے ذوالنون شاہ کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ شادی کے بعد پاکستان نہیں لندن رہوں گی' اور اسے بھی میرے ساتھ لندن میں رہنا ہو گا' اس نے میری شرط ماننے سے انکار کر دیا' اس لئے میں لندن جا رہی ہوں''۔ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا' وہ سب دنگ نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔

☆

اچانک ہی آسمان کالے سیاہ بادلوں سے بھر گیا' دیکھتے ہی دیکھتے زور و شور سے بارش شروع ہو چکی تھی' وہ ابھی تک بے یقینی کے عالم میں تھا' زاریہ ایسا بھی کر سکتی ہے؟ اس وقت تو آمنہ شاہ نے اسے دلاسے دیئے۔

''میں اُسے سمجھاؤں گی' بچی ہے' ناسمجھ ہے' شاید کسی نے اس کے دماغ میں یہ سب باتیں بھری ہیں' تم فکر نہ کرو' میں اس سے بات کروں گی''۔ لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو عجیب سے وسوسوں کا شکار ہو گیا تھا' وہ اندر سے شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا' اب صرف ایک اُمید تھی' شاید جو اُس نے کہا وہ سب غلط ہو' سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔

''زاریہ! تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہو؟'' اس نے بے بسی سے سوچا۔

☆

باہر بارش بہت تیز رفتاری سے ہو رہی تھی' وہ ونڈو میں کھڑی ذوالنون شاہ کے بارے میں سوچ رہی تھی' پل صراط سے گزر رہے تھے دونوں' آسمان بھی ان کے غم میں رو رہا تھا' کچھ سوچ کر اس نے قلم اُٹھایا اور ایک پیپر پر کچھ لکھنے لگی' لکھ کر اس نے ایک نظر پڑھا' آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس پیپر کو بھگو رہے تھے' باقی کی ساری رات اس نے جاگتے ہوئے گزار دی' رات بارش اس قدر ٹوٹ کے برسی تھی' ہر چیز نکھر گئی تھی' لیکن اس کا دل ویران ہو گیا تھا۔ اس نے فجر کی نماز ادا کی اور لان میں آ گئی' ہلکا ہلکا اندھیرا ہر سُو پھیلا ہوا تھا' لان میں بارش کا پانی تھا' وہ ننگے پاؤں لان میں چلنے لگی' اس کے پاؤں بارش کے پانی میں ڈوب چکے تھے' بارش کا ٹھنڈا پانی اس کے پاؤں کو راحت بخش رہا تھا' وہ بے مقصد ہی ادھر سے اُدھر چکر کاٹتی رہی' پھر اس سے اُکتا کر گیٹ کی طرف بڑھ گئی' وہاں بڑا سا تالا دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی' واچ مین بھی سو رہا تھا' پہلے تو اس کا دل چاہا واچ مین کو اُٹھا کر اس سے گیٹ کھلوائے' لیکن اس کی نیند ڈسٹرب ہونے کے خیال سے واپس کمرے میں آ گئی' ابھی سب سو رہے تھے' چند گھنٹے بعد اسے ہمیشہ کے لئے یہاں سے فلائی کر جانا تھا' وہ ٹیرس پر آ کھڑی ہوئی' خالی خالی نظروں سے ذوالنون شاہ پیلس کو دیکھنے لگی' بچپن کی یادیں پھر سے تازہ ہونے لگیں' عجیب سی بے قراری اس کے وجود میں بھر گئی' سورج کی شفاف کرنیں اس کے سوگوار چہرے سے

ٹکرائیں تو وہ چونک گئی' نجانے کتنی دیر ہوگئی تھی' وہ وائٹ محل کو اپنی نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھی۔

''ذوالنون شاہ!'' اس کے دل سے بے ساختہ آواز نکلی' وہ بے قرار ہوگئی اور گھبرا کر جلدی سے اندر پلٹ آئی۔

''زاریہ! رُک جاؤ!'' اس کے اندر سے آواز آئی' اس نے سب باتوں کو نظر انداز کر دیا اور جانے کی تیاری کرنے لگی۔

''زاریہ بی بی! آپ کو بڑی بیگم صاحبہ بلوا رہی ہیں''۔ ملازمہ نے کہا' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی خود کو غور سے دیکھنے لگی' سرخ آنکھیں رتجگے کی گواہ تھیں۔ اس نے اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا اور نیچے آ گئی۔

''بھابی! جلدی سے ناشتہ لگوا دیں' میری فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے''۔ اس نے بشاش لہجے میں کہا' وہ کسی پر بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اسے اپنے فیصلے پر ملال ہے۔

''زاریہ! تم.....''

''پلیز بھابی!'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ چُپ ہوگئیں۔ پھپھو اس کی کھوکھلی مسکراہٹ دیکھتی رہ گئیں' زید بھائی چُپ چاپ ناشتے سے انصاف کرتے رہے۔ اس نے برائے نام ہی ناشتہ کیا' بھوک تو اس کی ویسے ہی مر گئی تھی۔

''زید بھائی! ناراض ہیں مجھ سے؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''کس حق سے؟'' انہوں نے اُلٹا اس سے پوچھ ڈالا۔

''آپ میرے بڑے بھائی ہیں''۔ اس نے تڑپ کر کہا۔

''کاش زاریہ! تم نے بڑے بھائیوں والا مان دیا ہوتا''۔ انہوں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''زاریہ! مجھے تم سے کوئی خفگی یا ناراضی نہیں ہے' لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بتانا تو دور کی بات اتنا بڑا فیصلہ اکیلے میں کر ڈالا' ذوالنون شاہ جیسے مخلص شخص کے ساتھ تم نے اچھا نہیں کیا زاریہ! اگر نمرہ مجھے کہے کہ میں اپنی ماں کو چھوڑ کر اس کے ساتھ اس کے گھر رہوں' کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ کبھی نہیں زاریہ! کبھی نہیں' کوئی بھی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا' پھر ذوالنون شاہ وہ کیسے اپنے والدین کو چھوڑ کر سات سمندر پار جا کر رہ سکتا ہے؟'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں کہا' وہ کچھ نہ بولی' سر جھکائے کھڑی رہی۔

''زاریہ! ابھی بھی وقت ہے' اپنا فیصلہ بدل لو''۔ زید بھائی نے ایک اُمید سے کہا۔

''نہیں زید بھائی! اب میں اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتی' کچھ فیصلے ایسے ہوتے ہیں جو نہ چاہتے ہوئے بھی انسان کو کرنے پڑتے ہیں''۔ اس نے جھکا ہوا سر اُٹھا کر کہا۔

''پھپھو! مجھے معاف کر دیں''۔

''زاریہ! خوش رہو بیٹی!'' انہوں نے اپنے آنسو صاف کیے اور اسے دعا دی' پھر وہ نمرہ بھابی کے گلے لگ گئی۔

''بھابی! میں آپ کو بہت مِس کروں گی''۔ اس نے افسردگی سے کہا۔

''ہم سب بھی تمہیں بہت مِس کریں گے''۔ نمرہ بھابی نے نم لہجے میں کہا' اس نے صائم کو خوب پیار کیا اور سب پورچ میں آ گئے' ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کیے ہوئے تھا۔

''چلو بیٹا! ہم تمہیں ایئرپورٹ تک چھوڑ آئیں''۔

''پھپھو! آگے بھی اکیلے ہی جانا ہے' پھر یہاں سے کیوں نہیں؟ آپ پریشان نہ ہوں' میں چلی جاؤں گی''۔ اس نے نرمی سے کہا' سب نے نم آنکھوں سے اسے الوداع کیا' گاڑی فراٹے بھرتی گیٹ سے باہر نکل آئی۔

''ڈرائیور انکل! ایک منٹ گاڑی روکیے''۔ اس نے کچھ یاد آنے پر کہا' ڈرائیور نے گاڑی روک دی' وہ گاڑی سے باہر نکل آئی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وائٹ محل کے گیٹ کے پاس آ رُکی' واچ مین نے اسے دیکھتے ہوئے فوراً گیٹ وا کر دیا' وہ کھلے گیٹ کو اِگنور کرتی واچ مین کے پاس آ رُکی۔ واچ مین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''زاریہ بیٹی! اندر چلی جاؤ''۔

''نہیں واچ مین انکل! میں واپس جا رہی ہوں' آپ میرا ایک کام کر دیں گے؟'' اس نے بڑی آس سے پوچھا۔

''کہو بیٹی! کیا کام ہے؟''

''انکل! آپ یہ ذوالنون شاہ کو دے دیں گے؟'' اس نے ایک کاغذ واچ مین کو پکڑایا۔

''ٹھیک ہے بیٹی! دے دوں گا''۔ اس نے ممنون نظروں سے واچ مین کو دیکھا اور گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی' ٹیرس پر کھڑے انوار شاہ نے چونک کر زاریہ کی گاڑی کو دیکھا جو نظروں سے اوجھل ہو رہی تھی۔ انہوں نے فوراً ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کو کہا اور واچ مین سے پوچھا ''زاریہ کہاں گئی ہے؟''

''جی وہ شاید ایئرپورٹ کی طرف گئی ہے' کہہ رہی تھی واپس جا رہی ہوں''۔ واچ مین نے مؤدب لہجے میں کہا۔ انوار شاہ نے فوراً ڈرائیور کو ایئرپورٹ چلنے کو کہا' وہ گاڑی سے اتری تو سامنے ایئرپورٹ کی عمارت تھی' ڈرائیور نے سامان نکالا' وہ ایئرپورٹ کے اندر داخل ہوگئی۔

''زاریہ.....!'' اس کے عقب سے آواز اُبھری تو اس کے قدم تھم گئے' اس شخص نے تو اس کی زندگی مشکل بنا دی تھی' اس آواز کو وہ کیسے بھول سکتی تھی' انوار شاہ اس کے قریب آ چکے تھے۔

''سنا تھا تم بہت ذہین ہو' اب خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو یقین آ گیا ہے' ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ سمجھدار بھی ہو''۔ انوار شاہ نے حقیقت میں اسے سراہا۔

''میں نے پلان کیا تھا' اگر تم صائم والے واقعہ کو دیکھ کر پیچھے نہ ہٹیں تو میں نے زید کا چھوٹا سا ایکسیڈنٹ کروا دینا تھا' لیکن تم تو کافی سمجھدار نکلیں''۔ انوار شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا' وہ لب بھینچے زخمی نظروں سے انوار شاہ کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ رہا تمہارا انعام''۔ انوار شاہ نے ایک چیک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے فتح کے نشے میں چُور لہجے میں کہا۔

''ایک بات میری یاد رکھیے گا' ذوالنون شاہ کی خوشیاں زاریہ شاہ کے ساتھ مشروط ہیں' آپ کی جتنی دولت جائیداد ہے' بینک میں جتنے نوٹ ہیں' فیکٹریوں کی جتنی قیمت ہے' ہر وہ چیز جو آپ کے پاس ہے' اُن سب کی قیمت کو کاؤنٹ کر کے اس کو اس چیک پر بھر دیجیے گا' اس کے بدلے میں اگر تھوڑی سی خوشیاں اپنے لاڈلے پوتے کو خرید کر دے سکتے ہیں تو ضرور بتائیے گا' زاریہ شاہ آپ کو مبارک باد دینے ضرور آئے گی''۔ اس نے زہر بھرے لہجے میں کہا اور اندر کی طرف بڑھ گئی' انوار شاہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

☆

وہ بخار کی شدت سے تپ رہا تھا' اور سر درد سے پھٹا جا رہا تھا' اس میں اتنی سکت نہ تھی کہ اُٹھ کر پاس پڑے ٹیبل سے پانی اُٹھا کر پی لے' اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

''یس!'' اس نے نقاہت بھرے لہجے میں کہا تو گلزار اندر آ گیا' کمرا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا' سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیپ کی ہلکی پیلی روشنی تھی۔

”چھوٹے صاحب! میں ہوں گلزار“۔

”چھوٹے صاحب! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی‘ میں بڑے صاحب کو بلواتا ہوں‘ اور ڈاکٹر کو فون کرتا ہوں“۔ گلزار نے فکرمندی سے کہا۔

”میں ٹھیک ہوں‘ کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے‘ یہ بتاؤ تم کیوں آئے تھے؟“ اس نے بمشکل اُٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

”وہ چھوٹے صاحب! یہ آپ کو دینا تھا‘ زاریہ بی بی نے کہا تھا‘ یہ آپ کو دے دوں“۔ گلزار نے ایک کاغذ اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔

”کیا ہے یہ؟“ ذوالنون نے استفسار کیا۔

”جی پتہ نہیں“۔ گلزار نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

”ٹھیک ہے‘ تم جاؤ“۔ اس نے گلزار سے کہا تو وہ کمرے سے باہر نکل گیا‘ وہ کاغذ ہاتھ میں پکڑے آنکھیں موند گیا‘ پھر جانے کس احساس کے تحت اس نے آنکھیں کھول کر اس کاغذ کو کھولا‘ اور اس کاغذ پر لکھی تحریر کو پڑھنے لگا جیسے جیسے وہ اس تحریر کو پڑھ رہا تھا‘ اس کے چہرے کا رنگ فق ہوتا جا رہا تھا۔

”السلام وعلیکم! ذوالنون شاہ! میں واپس لندن جا رہی ہوں‘ آج صبح نو بجے کی فلائٹ سے‘ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اب میں شاید کبھی پاکستان نہ آؤں‘ کل میری وجہ سے تمہیں بہت تکلیف ہوئی‘ اس سے کہیں زیادہ تکلیف مجھے ہوئی میں معافی کے قابل تو نہیں ہوں شاید‘ لیکن ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا‘ بدقسمت زاریہ!“ اس مختصر سی تحریر پر جگہ جگہ آنسوؤں کے نشان تھے۔

”وہ چلی گئی؟ ذوالنون! وہ چلی گئی“۔ اس کا دل کُرلایا‘ جو ہلکی سی اُمید تھی‘ وہ بھی ٹوٹ گئی‘ سب خواہشیں آرزوئیں‘ اعتبار‘ سب کچھ پل بھر میں ٹوٹ گیا‘ بکھر گیا‘ وہ بے یقینی سے اس کاغذ کو دیکھ رہا تھا‘ پہلے ہی وہ بخار کی شدت سے نڈھال تھا‘ یک دم ہی اس کے دماغ میں درد کی شدید ٹیسیں اُٹھیں‘ وہ درد کی شدت سے کُرلایا‘ اور چند لمحوں میں خود سے غافل ہو گیا۔

◈......☆......◈

انوار شاہ ایئرپورٹ سے سیدھے ذوالنون شاہ کے روم میں آ گئے‘ ذوالنون شاہ کو ایک طرف لڑھکا ہوا دیکھ کر وہ تیزی سے اس کے قریب آئے۔

”ذوالنون....!“ انوار شاہ نے اس کا شانہ ہلایا۔

”ذوالنون! آنکھیں کھولو“۔ وہ ہوش میں ہوتا تو آنکھیں کھولتا‘ انوار شاہ نے گھبرا کر حمزہ شاہ کو آوازیں دیں‘ وہ اسے جلدی سے ہوسپٹل لے گئے‘ جب ڈاکٹر نے بتایا کہ ذوالنون شاہ کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے‘ تو آمنہ شاہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی‘ جب وہ ہوش میں آیا تو بالکل بدلا ہوا ذوالنون شاہ تھا‘ کم گو تو وہ پہلے ہی تھا اب بالکل گم صم ہو کر رہ گیا‘ جب وہ ڈسچارج ہوا تو اس نے ذوالنون شاہ پیلس جانے سے انکار کر دیا‘ اور سب کے ساتھ کراچی آ گیا۔ انوار شاہ نے بالا ہی بالا نہ صرف اس کا ہانیہ کے ساتھ رشتہ پکا کر دیا بلکہ شادی کی ڈیٹ بھی فکس کر دی‘ آمنہ شاہ نے سُنا تو وہ تڑپ اُٹھیں۔

”بابا جان! ابھی وہ مکمل طور پر نہیں سنبھل پایا‘ اچانک شادی....؟“ وہ متذبذب ہوئیں۔

”ہانیہ اچھی لڑکی ہے‘ وہ اسے سنبھال لے گی‘ میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے‘ تم پریشان نہ ہو‘ ذوالنون کو میں منا لوں گا“۔ انوار شاہ نے آمنہ شاہ کو تسلی دی‘ یوں وہ شادی کی تیاریاں کرنے لگیں۔ ذوالنون شاہ نے جب سنا تو وہ بھڑک ہی اُٹھا۔

”میں شادی نہیں کروں گا“۔ اس نے سختی سے آمنہ شاہ کو منع کیا‘ انوار شاہ نے جب اس کا انکار سُنا تو انہوں نے خود اس سے بات کرنے کی ٹھان لی۔

”ذوالنون! تم نے انکار کیوں کیا؟“ انوار شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

”دادا جان! میں شادی نہیں کرنا چاہتا‘ پلیز....! اس سارے معاملے کو ختم کر دیں“۔ اس نے جھنجھلا کر کہا۔

”کوئی معقول وجہ انکار کی؟“ انوار شاہ نے پوچھا۔

”دادا! آپ سب جانتے ہیں‘ پھر بھی؟“ اس نے شکوہ کیا۔

”یہ کوئی معقول وجہ نہیں ہے‘ وہ لڑکی تمہیں چھوڑ کر جا چکی ہے‘ اور اس لڑکی کی خاطر ہم تمہیں عمر بھر کا روگ لگانے نہیں دیں گے“۔ انوار شاہ نے بے رحمی سے کہا تو وہ تڑپ اُٹھا۔

”دادا جان! میں زاریہ سے محبت کرتا ہوں‘ کوئی بھی لڑکی زاریہ شاہ کی جگہ نہیں لے سکتی‘ اور نہ میں لینے دوں گا“۔ اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”تو ٹھیک ہے ذوالنون شاہ! جیسے تمہاری مرضی‘ ایک دفعہ پہلے بھی میں اپنے دوست کے سامنے شرمندہ ہوا تھا‘ اب بھی تمہاری خاطر سب کی نظروں میں اپنی تذلیل برداشت کر لوں گا‘ صرف تمہاری خاطر‘ لیکن ذوالنون! اس لڑکی کے بارے میں سوچو‘ جب کسی لڑکی کی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی جاتی ہے تو کسی کا اچانک انکار اُس کی زندگی تباہ کر دیتا ہے‘ تمہاری کوئی بہن نہیں ہے ناں ذوالنون! اس لئے تمہیں اس چیز کا اندازہ نہیں“۔

پھر ایک شام ہانیہ ذوالنون شاہ کی دلہن بن کر ”شاہ وِلا“ میں آ گئی۔ ذوالنون شاہ کی ہانیہ میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی‘ آہستہ آہستہ ہانیہ پر سارے راز کھلتے چلے گئے‘ ہانیہ کو زاریہ نامی لڑکی سے چڑ سی ہو گئی‘ روز ان دونوں کا جھگڑا ہوتا‘ اب تو گھر والے بھی پریشان ہو گئے تھے‘ آمنہ شاہ نے ذوالنون شاہ کو بہت سمجھایا‘ لیکن وہ کیا کرتا‘ کسی بھی طرح وہ زاریہ کو بھول نہ پایا‘ پھر روز کے جھگڑے سے تنگ آ کر ذوالنون شاہ نے ہانیہ سے بات کرنے کا سوچا۔

”ہانیہ! مجھے کچھ وقت دو‘ دادا جان نے شادی اتنی اچانک کروا دی کہ میں ذہنی طور پر قطعی تیار نہیں تھا‘ روز روز کے لڑائی جھگڑے سے گھر کا ماحول ڈسٹرب ہو کر رہ گیا ہے“۔ ذوالنون شاہ نے التجائیہ انداز میں کہا‘ کچھ روز سکون سے گزر جاتے‘ پھر وہی ہنگامہ شروع ہو جاتا‘ ہانیہ جب بھی اسے کھویا ہوا دیکھتی تو اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی‘ اس کے علاوہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو وہ اپنے شوہر کو بٹا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی‘ گھر کا سکون مکمل طور پر تباہ ہو گیا‘ ہانیہ ناراض ہو کر میکے چلی گئی تھی‘ انوار شاہ بھی اس سے کچھ خفا خفا سے رہتے‘ آمنہ شاہ اور حمزہ شاہ بھی خاموش رہتے‘ اس نے خود کو مصروف کر لیا‘ سارا سارا دن کام میں مصروف رہتا‘ اور جب گھر ہوتا تو زاریہ کی یادیں اور اس کا دیا غم پھر سے تازہ ہونے لگتا‘ کبھی کبھی تو اسے ہانیہ پر بہت ترس آتا‘ لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو ہر وقت زاریہ کو پکارتا رہتا تھا۔

وقت دھیرے دھیرے گزرنے لگا‘ ہانیہ اُمید سے تھی‘ آمنہ شاہ اسے منا کر لے آئی تھیں‘ ہانیہ کے رویے میں بھی چینج آ گیا تھا‘ لیکن ذوالنون شاہ وہی پتھر کی مورت تھا۔

پھر ایک شام ہانیہ دو جڑواں بچوں کو پیدا کرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے ذوالنون شاہ کی زندگی سے دور چلی گئی‘ ذوالنون شاہ کو ہانیہ کی موت کا بے حد افسوس ہوا‘ فطرتی طور پر وہ بے حد حساس تھا۔ شاہ وِلا میں ہانیہ کی موت بہت بڑا جھٹکا ثابت ہوئی تھی‘ آمنہ شاہ نے دونوں ننھے فرشتوں کو اپنی آغوش میں چھپا لیا‘ وقت اپنی ڈگر سے چل رہا تھا‘ بچے

بڑے ہو رہے تھے ذوالنون شاہ نے دن اور رات کا شمار کرنا چھوڑ دیا تھا اس نے اپنی ساری محنت اور توجہ بزنس پر لگا دی اسے اپنی بیٹی اور بیٹے سے بے حد پیار تھا ان پانچ سالوں میں وہ زاریہ شاہ کو ایک بار بھی بھولا نہ تھا اور بچوں کی نئی فرمائش پر وہ بے قرار ہو گیا تھا اور آمنہ شاہ بھی اسے دبے دبے لفظوں میں کہہ چکی تھیں لیکن اب وہ کسی بھی صورت شادی کرنا نہیں چاہتا تھا پہلے ہی وہ خود کو ہانیہ کا گنہگار سمجھتا تھا۔

☆

اس نے انوار شاہ کو غصے سے کہہ تو دیا تھا لیکن سارے راستے وہ روتی ہوئی ذوالنون شاہ کی خوشیوں کی دعا کرتی آئی تھی ایئرپورٹ سے وہ ٹیکسی لے کر گھر آئی تو سب اسے دیکھ کر شاکڈ رہ گئے علیناہ شاہ کے گلے لگ کر وہ خوب روئی۔ علیناہ شاہ کے ساتھ ساتھ نبیل شاہ بھی اس کی اچانک واپسی پر پریشان ہو گئے انہوں نے زاریہ سے بہت پوچھا لیکن اس نے کچھ نہ بتایا۔ علیناہ شاہ نے پاکستان فون کر کے اپنی نند امبرین سے پوچھا تو انہوں نے مختصراً سارا واقعہ بتا دیا علیناہ شاہ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے انہوں نے زاریہ کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ اپنی فضول ضد چھوڑ دے۔ وہ بہت چپ چاپ اور گم صم رہنے لگی اس کی دن بدن بگڑتی حالت نے علیناہ شاہ کے ساتھ ساتھ نبیل شاہ کو بھی پریشان کر دیا پھر وہ سب اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے کوئی بھی ایسی بات نہ کرتے جس سے اس کا موڈ خراب ہو۔

ایک دن لائبہ کا فون آیا مجبوراً اسے بات کرنا پڑی وہ تو اس پر برس پڑی تھی۔

”حد ہوتی ہے زاری! تم نے واپس آتے ہوئے مجھ سے ملنا بھی گوارا نہ کیا اور لندن آ کر ایک بھی دفعہ فون نہیں کیا“۔ لائبہ نے شکوہ کیا وہ خجل سی ہو گئی۔

”زاریہ! مجھے نہیں پتہ تم نے ایسا فیصلہ کیوں کیا اور نہ ہی میں تم سے پوچھوں گی لیکن ایک بات کا ضرور افسوس ہے کہ ذوالنون جیسے شاندار انسان کو ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب اپنی زندگی کو نئے سرے سے شروع کرو میں نے سنا ہے ذوالنون شاہ نے شادی کر لی ہے“۔ لائبہ نے افسردگی سے کہا لائبہ آپی کی طویل بات کے بعد وہ آخری فقرے پر ٹھٹک گئی بے ساختہ ہی اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا آنکھیں نم سی ہو گئیں لائبہ آپی سے بات کرنے کے بعد وہ کافی دیر ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی رہی درد کی لہر پورے وجود میں سرائیت کر گئی تھی۔ وقت آگے بڑھتا گیا لیکن اس کی زندگی وہیں ٹھہر گئی عمان PH.D کر رہا تھا جب بھی فارغ ہوتا اس سے خوب باتیں کرتا وہ خاموشی سے سنتی رہتی وہ اس کی خاموشی سے چڑ جاتا وہ ہر وقت اسے خوش کرنے کے جتن کرتا لیکن اسے مایوس ہونا پڑتا۔ ان پانچ سالوں میں اس کے لئے کافی پرپوزلز آئے لیکن اس نے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر دوبارہ کبھی کسی نے اس ٹاپک پر بات نہ کی عمان کا ایک دوست تھا سیف.... وہ اکثر اس کے ساتھ گھر آ جاتا عمان کی طرح اسے بھی اپیا ہی کہتا تھا وہ بھی اسے عمان کی طرح ٹریٹ کرتی تھی لیکن کچھ ماہ سے سیف کے بڑے بھائی عفیف نے اس کی زندگی کو اور بھی مشکل کر دیا تھا پتہ نہیں اس نے کہاں اسے دیکھا تھا جب اسے پتہ چلا تھا کہ وہ عمان کی بہن ہے تو وہ بہت خوش ہوا تھا۔ عفیف نے سیف سے بات کی تو اس نے جھجک کر عمان کو بتا دیا۔

اس نے جب زاریہ سے بات کی تو وہ بری طرح اس پر بگڑنے لگی۔

”اپیا! عفیف بھائی بہت اچھے انسان ہیں“۔ عمان اسے ہر طریقے سے قائل کرنا چاہتا تھا۔

”عمان! میں نے کہا نا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی سو نہیں کرنی اس لئے اپنے دوست کو صاف انکار کر دو“۔ اس نے جھڑک کر کہا تو وہ خائف سا ہو گیا۔ عفیف اس کے انکار سے بہت دل برداشتہ ہوا لیکن ہمت نہ ہاری اس نے

خود زاریہ سے بات کرنے کی ٹھان لی سو وہ اس کے آفس چلا آیا۔ زاریہ کو اسے اپنے آفس میں دیکھ کر حیرت ہوئی۔

”سوری! میں بغیر اجازت آپ کے آفس میں چلا آیا“۔ وہ اس کی حیرت بھانپ چکا تھا۔

”مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے“۔ عفیف نے سنجیدگی سے کہا۔

”اگر آپ نے وہی بات کرنی ہے جو عمان نے کی تھی تو سوری! مجھے اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنی“۔ اس نے دوٹوک لہجے میں کہا وہ عفیف کے آنے کا پس منظر جان چکی تھی۔

”لیکن زاریہ! کوئی ریزن بھی ہو“۔ عفیف نے بے چینی سے کہا۔

”میری اپنی زندگی ہے جو مرضی فیصلہ کروں اور میں کسی کو ریزن دینے کی پابند نہیں ہوں“۔ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا تو عفیف فوراً اس کے آفس سے نکل آیا۔

اس کے بعد مام اور ڈیڈ بھی عفیف کی وکالت کرنے لگ گئے اور عمان... وہ تو اس کے پیچھے ہی پڑ گیا تھا وہ کیسے ذوالنون شاہ کی جگہ کسی اور کو دے دیتی؟

☆

وہ آفس جانے کے لئے تیار ہو کر نیچے ڈائننگ ٹیبل پر آ گیا ملازمہ ٹیبل پر ناشتہ لگانے لگی۔

”السلام وعلیکم!“ اس نے بلند آواز میں کہا۔

”وعلیکم السلام!“ حمزہ شاہ نے شفقت سے کہا۔

”بیٹا! آپ لوگ ابھی تک تیار نہیں ہوئے اسکول نہیں جانا ہے کیا؟“ ذوالنون شاہ نے نرمی سے پوچھا۔

”پاپا! آج ہم اسکول نہیں جائیں گے“۔ شارم نے منہ بنا کر کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

”کیوں.... اسکول کیوں نہیں جانا؟“ ذوالنون نے چونک کر پوچھا تو شارم کچھ نہیں بولا۔

”کائنات! آپ بتاؤ اسکول کیوں نہیں جانا؟“ ذوالنون نے نرمی سے پوچھا کائنات بھی چپ چاپ بیٹھی رہی ذوالنون شاہ نے ٹھٹھک کر دونوں کو دیکھا جو سر جھکائے سنجیدگی سے بیٹھے تھے اس نے الجھ کر حمزہ شاہ کی طرف دیکھا تو وہ نظریں چرا گئے۔

”ذوالنون بیٹا! آپ ناشتہ کرو بچوں نے ویسے ہی اسکول سے چھٹی کی ہے“۔ آمنہ شاہ نے جلدی سے کہا۔ شارم اور کائنات اٹھے اور بغیر ناشتہ کیے لاؤنج میں آ گئے تو ذوالنون شاہ فوراً ان کے پیچھے لپکا۔

”ناراض ہو پاپا سے؟“ ذوالنون نے دونوں کو اپنی گود میں بٹھا کر پوچھا۔

”پاپا ہم آپ سے نہیں بولتے“۔ کائنات نے کہا۔

”کیوں پاپا سے ایسی کیا غلطی ہو گئی؟“ ذوالنون جانتا تھا کہ وہ کیوں ناراض ہیں۔

”پاپا! آپ نے پرامس کیا تھا کہ آپ ماما لائیں گے“۔ تو وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

”دیکھو بیٹا! جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جاتے ہیں پھر وہ کبھی واپس نہیں آتے“۔ اس نے رسان سے کہا بچے رونا بھول کر ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھنے لگے۔

”اور اس دفعہ چھٹیوں میں پاپا آپ کو آپ کی فیورٹ جگہ پر گھمانے لے کر جائیں گے“۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

”ریئلی پاپا!“ شارم نے اشتیاق سے پوچھا۔

”یس پاپا کی جان! لیکن ایک شرط پر آپ اسکول سے چھٹی نہیں کرو گے نا لماں جان کو تنگ کرو گے اور نہ ہی روؤ گے ٹھیک ہے؟“ ذوالنون شاہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے پاپا جان!" دونوں نے خوشی سے کہا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ آمنہ شاہ نے اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا۔

"ذوالنون! آ جاؤ بیٹا! تم بھی ناشتہ کرلو"۔

"نہیں' لماں جان! ابھی مجھے جانا ہے' آفس جا کر کرلوں گا"۔ اس نے آہستگی سے کہا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے' انوار شاہ نے حسرت سے اپنے لاڈلے پوتے کو دیکھا' ان کی ایک غلطی نے زندگی کی ساری خوشیاں اس سے چھین لی تھیں' ان کا ضمیر ان کو چین نہ لینے دیتا' وہ اس بوجھ کو اُٹھاتے اُٹھاتے تھک گئے تھے' اور نہ ہی ان میں پہلے جیسا دم خم رہا تھا۔

"دادا جان! آپ نے بلوایا' خیریت تو ہے ناں"۔

"ذوالنون! مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہے"۔ انوار شاہ نے آہستگی سے کہا۔

"دادا جان! پوچھنے کی کیا بات ہے؟ آپ کریں' کیا بات کرنی ہے؟" اس نے مؤدب لہجے میں کہا۔

"ذوالنون! میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں"۔ انوار شاہ نے آہستگی سے کہا۔

"دادا جان! میں جانتا ہوں آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں' اس میں تو شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔ ذوالنون نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ذوالنون! مجھے معاف کردو"۔ انوار شاہ کی آواز بھیگ گئی تھی۔

"رمضان جیسا بابرکت مہینہ آ رہا ہے' میں چاہتا ہوں سب گناہوں سے پاک ہو کر اس ربّ کی عبادت کروں تا کہ وہ بھی مجھے معاف کردے"۔

"دادا جان! آپ مجھ سے کیوں معافی مانگ رہے ہیں؟ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا"۔ ذوالنون نے تڑپ کر انوار شاہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"ذوالنون! میں گنہگار ہوں' شاید اس وجہ سے خوشیاں اس گھر سے روٹھ کر بہت دور چلی گئی ہیں"۔ انوار شاہ نے اُداسی سے کہا۔

"دادا جان! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا"۔ ذوالنون نے بے چینی سے کہا۔

"وہ زاریہ....!" انوار شاہ ہچکچائے۔

"وہ زاریہ.....! کیا دادا جان؟" ذوالنون نے بے تابی سے پوچھا۔ انوار شاہ سر جھکائے دھیرے دھیرے ہر راز سے پردہ فاش کرتے چلے گئے' وہ ساکت نظروں سے انوار شاہ کے ہلتے لب دیکھ رہا تھا' بہت دیر بعد وہ کچھ کہنے کے قابل ہوا' وہ حیرت و بے یقینی سے انوار شاہ کو دیکھ رہا تھا۔

"ذوالنون! مجھے معاف کردو' مجھے یہ ڈر تھا کہ شادی کے بعد زاریہ تمہیں لے کر لندن شفٹ نہ ہو جائے اور میں اپنے دوست سے پہلے سے بات کر چکا تھا' اگر بعد میں' میں اُسے انکار کرتا تو خود کو دوسروں کی نظروں میں تماشہ بناتا"۔ انوار شاہ نے شرمندگی سے کہا۔

"دادا جان! صائم کو آپ نے کڈنیپ کروایا' مجھے یقین نہیں آ رہا' میں زاریہ کو بے وفا سمجھتا رہا' دادا جان وہ تو عظیم لڑکی نکلی' جس نے اپنوں کی خاطر قربانی دے دی' اور آپ دادا جان! آپ تو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے' پھر آپ نے کیوں میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی مجھ سے چھین لی؟ دادا جان! آپ نے صرف میری یا زاریہ کی زندگی خراب نہیں کی' آپ نے تو ہانیہ کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا' آپ جانتے تھے دادا جان! کہ میں زاریہ سے

کتنی محبت کرتا ہوں' آپ نے زبردستی میری شادی ہانیہ سے کروادی' اور میں اسے ایک بھی خوشی نہ دے سکا' کیوں کیا آپ نے ایسا؟" وہ بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا' ساری زندگی کا لاوا آج پھٹ پڑا تھا' ذوالنون شاہ تڑپ رہا تھا' وحشتیں اس کے اندر بھر گئی تھیں' وہ تو زاریہ کو قصوروار سمجھتا تھا اور قصوروار کون نکلا؟ پانچ برس اس نے کتنی اذیت میں گزارے تھے۔

"کاش دادا جان! میں آپ کا پوتا نہ ہوتا"۔ ذوالنون نے روتے ہوئے بے بسی سے کہا' پھر تھکے تھکے قدموں سے باہر نکل گیا' اور باہر کھڑے حمزہ شاہ نے بھی نم آنکھوں سے اپنے لختِ جگر کو دیکھا جو لڑکھڑاتے قدموں سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ حمزہ شاہ کسی کام سے انوار شاہ کے کمرے میں آئے تھے' لیکن اندر سے آنے والی آوازوں نے ان کے قدم جکڑ لئے تھے' حمزہ شاہ نے تاسف سے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

☆

"اپیا! اپنی پیکنگ کرلیں' ہم پاکستان جا رہے ہیں"۔ اس نے کن آنکھوں سے زاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا' وہ لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہی تھی' اس کی اُنگلیاں وہیں تھم گئیں۔ اس نے سراسیمگی نگاہ سے عمان کی طرف دیکھا جو اب مکمل طور پر پیزا کھانے میں مگن تھا۔

"پاکستان کیوں جانا ہے؟" اس نے اُلجھ کر پوچھا۔

"ویسے ہی' میرے ایگزام ہو گئے ہیں' اب تو بوریت ہی بوریت ہے' اس لئے سوچا تھوڑا گھوم لیا جائے' اس لئے پاکستان جانے کا پروگرام بنایا ہے"۔ اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم نے جانا ہے تو جاؤ' میں نے نہیں جانا"۔ اس نے لب بھینچ کر کہا۔

"جانا تو آپ کو پڑے گا' چاہے آپ سو بار انکار کرلیں"۔ عمان نے سنجیدگی سے کہا۔

"مانو! تم چلے جاؤ' میں نے تو کئی بار پاکستان دیکھا ہے"۔ اس نے نظریں چُرا کر کہا۔

"اپیا! مام اور ڈیڈ بھی جا رہے ہیں' اور ہم وہاں سے عید کے بعد ہی واپس آئیں گے' آپ بھی ہمارے ساتھ جا رہی ہیں' کیوں کہ میں نے ٹکٹ کنفرم کروا لئے ہیں"۔ عمان نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"کیا.... اتنی جلدی؟ میں نے کوئی تیاری نہیں کی' میں کیسے جا سکتی ہوں؟"

"پلیز اپیا! اب انکار مت کیجئے گا' میں نے آپ کی ہر بات مانی ہے' کیا میری خاطر آپ میرے ساتھ پاکستان نہیں جا سکتیں؟" اس نے لجاجت سے کہا تو اس کا سر بے اختیار ہی اثبات میں ہل گیا۔

"یا.... ہُو!" عمان نے خوشی سے نعرہ لگایا تو وہ بھی ہلکا سا مسکرائی' پھر عمان نے اس کے ساتھ مل کر پیکنگ مکمل کی' سب پاکستان جانے کے لئے بے حد خوش تھے' سوائے زاریہ کے' وہ بے حد پریشان تھی' وہاں ذوالنون شاہ سے اگر سامنا ہو گیا تو......؟ وہ یہی سوچ سوچ کر پریشان تھی' پھر جمعہ کے دن صبح سات بجے وہ سب لاہور ایئرپورٹ پر تھے' پھپھو' زید بھائی' نمرہ بھابی اور لائبہ بچوں سمیت انہیں ریسیو کرنے آئے تھے' اسے دیکھ کر تو لائبہ آپی چلا اُٹھی تھیں' کتنے شکوے تھے جو لائبہ اور نمرہ بھابی نے ایئرپورٹ پر کھڑے ہی کر ڈالے' وہ سر جھکائے سُنتی رہی' پھر یہ ہنستا مسکراتا قافلہ گھر لوٹ آیا۔ جب گاڑی ان کے بنگلے کے قریب رُکی تو اس نے بے تابی سے وائٹ محل کو دیکھا' آج بھی وہ باہر سے اتنا ہی شاندار تھا اور وہی واچ مین باہر کھڑا تھا' اس کی آنکھیں بے اختیار ہی نم ہونے لگیں' اس نے جلدی سے خود پر کنٹرول کیا۔

وہ فریش ہو کر نیچے آئی' تب تک ٹیبل پر ناشتہ لگ چکا تھا' سب نے ناشتہ کیا' پھر سب بیٹھے کافی دیر باتیں کرتے

رہے وہ بھی لائبہ آپی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا جواب دیتی رہی' بعد میں ریسٹ کرنے کے لئے کمرے میں آ گئی۔

☆

وہ ٹیرس پر کھڑی وائٹ محل کو دیکھ رہی تھی' آج انہیں آئے ہوئے ساتواں دن تھا' اور اس کا زیادہ تر وقت ٹیرس پر گزرتا' لیکن وہ حیران تھی' ان دنوں میں ایک بھی دفعہ اس گھر میں رہنے والے افراد کو دیکھا اور نہ ذوالنون شاہ کو' اور نہ ہی اس کی بیوی کو' شاید وہ لوگ کچھ دنوں کے لئے کراچی گئے ہوں' وہ خود ہی کہتی لیکن وہ اس دل کا کیا کرتی جو ایک بار ذوالنون شاہ سے ملنے کو مچل رہا تھا؟ اس نے حسرت سے وائٹ محل کو دیکھا' کسی وقت پوری آزادی کے ساتھ وہ اس محل میں گھوما کرتی تھی' وہ انہی سوچوں میں گھری ہوئی تھی' جب عمان اسے پکارتا ہوا اوپر آ گیا۔

''اپیا! آپ یہاں ہیں' میں آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈ رہا تھا''۔ عمان نے خفگی سے کہا۔

''کیوں ڈھونڈ رہے تھے؟'' اس نے پوچھا۔

''وہ لائبہ آپی صبح اسلام آباد جا رہی ہیں' تو ہم سب نے پروگرام بنایا ہے اسلام آباد اور دوسری جگہوں کی سیر کی جائے' اس لئے ہم سب اسلام آباد لائبہ آپی کے ساتھ جا رہے ہیں''۔ عمان نے پُرجوش انداز میں کہا۔ سب ہی جا رہے تھے' اس لئے چار و نا چار اُسے بھی جانا پڑا۔

پہلے دن تو وہ جی بھر کے بور ہوئی' اسلام آباد میں وہ سب لائبہ آپی کے گھر تھے۔

''کیا ضرورت تھی ابھی آنے کی؟ کچھ دن بعد پلان بنا لیتے''۔ اس نے جھنجھلا کر کہا۔

''اپیا! صرف ایک ہفتہ ہے ہمارے پاس' اس کے بعد رمضان شروع ہو جائے گا' روزوں میں تو ہم گھوم نہیں سکتے' اور پھر عید کے بعد تو ہمیں واپس جانا ہے''۔ عمان نے چڑ کر کہا' پہلے تو انہوں نے اسلام آباد گھوما' پھر مری' ایوبیہ کاغان' نتھیا گلی' سارے علاقوں کی سیر کی۔ سب نے بے حد انجوائے کیا' جبکہ وہ بے حد اُداس تھی' بار بار اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں' ہر چیز میں اس کی دلچسپی صفر تھی۔ وہ سب واپس اسلام آباد آ گئے۔

''زاری! تم رُک جاؤ میرے پاس چند دنوں کے لئے''۔ لائبہ نے کہا' صبح ان لوگوں نے واپس لاہور چلے جانا تھا' پرسوں پہلا روزہ تھا۔ لائبہ چاہتی تھی کہ زاریہ یہاں رُک جائے۔

''نہیں آپی! اتنے دن تو یہاں رہ لیا ہے' میں بھی سب کے ساتھ ہی جاؤں گی''۔ اس نے آہستگی سے کہا۔

''بیٹا! بہن اتنے پیار سے اصرار کر رہی ہے تو رُک جاؤ''۔ نبیل شاہ نے نرمی سے کہا تو وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

☆

''ذوالنون بیٹا! اب کیسی طبیعت ہے؟'' آمنہ شاہ نے نرمی سے پوچھا۔

''پہلے سے بہتر ہے''۔ اس نے مختصر کہا' وہ اس وقت لان میں بیٹھا نجانے کس سوچ میں گم تھا۔

''ذوالنون! تمہارے دادا جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' وہ تمہیں یاد کر رہے ہیں' تمہاری بے اعتنائی انہیں مار دے گی' انہیں معاف کر دو''۔ آمنہ شاہ نے نرمی سے کہا۔

''لماں! مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا' دادا جان میرے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں' کتنا مان تھا مجھے اُن پر''۔ اس نے دکھی لہجے میں کہا۔

''بیٹا! غلطی سب سے ہو جاتی ہے' انسان تو خطا کا پُتلا ہے' پھر جو ہوا وہ تمہاری قسمت میں لکھا تھا' کتنے دن ہو گئے ہیں تم اُن کے کمرے میں نہیں گئے' بیٹا! وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں' ابھی جاؤ ان سے مل کر آؤ''۔ آمنہ شاہ

نے رسان سے کہا۔

''جی لماں! جاتا ہوں''۔ اس نے مؤدب لہجے میں کہا' وہ ابھی اُٹھا ہی تھا' اس کا سیل فون بجنے لگا' حمزہ شاہ کا فون تھا۔

''السلام وعلیکم! بابا جان!''

''وعلیکم السلام! ذوالنون بیٹا! آپ کراچی میں ہو؟'' حمزہ شاہ نے پوچھا۔

''جی بابا جان! خیریت تو ہے؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''ذوالنون! اسلام آباد کی فرم میں کچھ مسئلہ ہو گیا ہے' اس لئے تم صبح ارجنٹ وہاں پہنچو''۔ حمزہ شاہ نے پریشانی سے کہا۔

''اوکے بابا جان! آپ پریشان نہ ہوں' میں سنبھال لوں گا''۔

''ٹھیک ہے بیٹا! مجھے وہاں جا کر ساری اپ ڈیٹ دیتے رہنا''۔ حمزہ شاہ نے کہا۔

''اللہ حافظ!'' اس نے سیل جیب میں رکھا' آمنہ شاہ کو اسلام آباد جانے کا بتا کر وہ دادا جان کے کمرے میں آ گیا۔ انوار شاہ اسے دیکھ کر کھل اُٹھے تھے۔

''ذوالنون! اپنے دادا کو معاف کر دے''۔ انوار شاہ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''دادا جان! معافی مانگ کر مجھے گنہگار مت کریں''۔ اس نے تڑپ کر ان کے دونوں ہاتھ چُوم لئے۔

''ذوالنون! میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں' تمہاری بے اعتنائی مجھے مار دے گی''۔ انوار شاہ نے بھیگے لہجے میں کہا۔

''دادا جان! میں بھی آپ سے بہت پیار کرتا ہوں' ناراض نہیں ہوں' اُس دن جو بھی کہا وہ غصے میں کہہ دیا' لیکن مجھے سُن کر بہت دکھ ہوا تھا''۔ اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''اب آپ آرام کریں' مجھے کچھ کام کرنا ہے' صبح اسلام آباد کے لئے نکلنا ہے''۔ اس نے نرمی سے کہا۔

''اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے' اس آنے والے بابرکت مہینے کے صدقے اللہ تمہاری جھولی خوشیوں سے بھر دے' آمین!'' انوار شاہ نے اس کی پیشانی چُوم کر صدقِ دل سے دعا دی۔

☆

''زاری! چلو مارکیٹ چلیں''۔ لائبہ نے عجلت میں کہا۔

''کیوں....؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''یار! صبح پہلا روزہ ہے' روزہ رکھ کے شاپنگ کرنا میرے بس میں نہیں ہے' اور رات کو اتنا ہجوم ہوتا ہے' مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے''۔ زاریہ نے جھرجھری لے کر کہا۔

''آپی! اس وقت....؟'' اس نے ہچکچا کر کہا' اس کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا باہر جانے کے لئے۔

''ارے! ابھی تو شام کے چار بجے ہیں' کوئی بہانہ نہیں چلے گا''۔ لائبہ نے نرمی سے کہا۔

''لو کے چلیں''۔ وہ فوراً کھڑی ہو گئی' وہ دونوں ڈرائیور کے ساتھ مارکیٹ آ گئیں' لائبہ جانے کس کس دکان میں شاپنگ کرتی' ساتھ میں اسے بھی گھسیٹ رہی تھی' وہ جی بھر کے بے مزہ ہوئی' جانے اس کا دل کیوں گھبرا رہا تھا؟ اس کی چھٹی حِس الرٹ کر رہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہو۔

''آپی! بس کریں' گھر چلیں''۔ اس نے پریشانی سے کہا۔

''او کے ڈیئر! چلو''۔ لائبہ نے اس کے لئے بھی کافی شاپنگ کی' لیکن اس نے کوئی انٹرسٹ نہ لیا' اس نے شاپنگ بیگز گاڑی میں رکھے۔

''زاری! آؤ آئسکریم کھالیں''۔ لائبہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''نو.... آپی! گھر چلیں' پھر کسی دن آئیں گے''۔ اس نے تیزی سے کہا تو لائبہ اس کی جلد بازی پر مسکرادی۔

وہ پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے باہر آیا' گاڑی کو لاک کیا' دفعتاً لائبہ کی نظر اس پر پڑی تو حیرت زدہ اسے دیکھتی رہ گئی' اچانک اس کی نظر لائبہ پر پڑی' جو اسے دیکھ رہی تھی' وہ چونک گیا' فاصلہ زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے کو پہچان گئے تھے۔

''لائبہ آپی! چلیں''۔ اس نے گاڑی کا گیٹ کھول کر کہا' لیکن لائبہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی' اس نے زچ ہوکر ذرا کی ذرا لائبہ آپی کی نظروں کی سمت دیکھا' اور اس کی نگاہ پلٹنا بھول گئی' وہ ساکت نظروں سے یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

''السلام وعلیکم! لائبہ آپی! کیسی ہیں آپ؟'' وہ چلتا ہوا لائبہ کے قریب آ گیا۔

''وعلیکم السلام! اللہ کا شکر ہے' ٹھیک ہوں''۔ لائبہ نے اپنی حیرت پر قابو پا کر کہا' تبھی ذوالنون شاہ کو اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش کا احساس ہوا' اس نے نگاہ گھما کر دیکھا تو اس کا دل دھڑکنا بھول گیا' دنگ نظروں سے وہ زاریہ کی طرف دیکھ رہا تھا' جو چند قدم کے فاصلے پر گاڑی کا گیٹ ہاتھ میں پکڑے فق چہرے کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لائبہ نے گھبرا کر زاریہ کی طرف دیکھا' جو ذوالنون شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی' لائبہ اس عجیب سی سچوئیشن سے بوکھلا گئی تھی۔

''زاریہ....!'' ذوالنون شاہ کے لب نیم وا ہوئے' وہ بے یقینی سے زاریہ کی طرف دیکھ رہا تھا' وہ تیز قدم اُٹھاتا اس کے پاس آ گیا۔ ذوالنون شاہ نے بے قراری سے پکارا' آنسو زاریہ کا چہرہ تیزی سے بھگو رہے تھے' اس نے برستی آنکھوں سے ذوالنون شاہ کی طرف دیکھا' پھر تیزی سے گاڑی میں بیٹھ کر اپنی سائیڈ کا ڈور بند کرلیا۔

''ڈرائیور! گاڑی اسٹارٹ کرو''۔ زاریہ نے تیزی سے کہا۔ وہ گنگ سا کھڑا زاریہ کا شدید ردِ عمل دیکھتا رہ گیا۔

''ذوالنون! تم مجھے اپنا فون نمبر دے دو' میں فون پر تم سے بات کروں گی''۔ لائبہ آپی نے تیزی سے کہا تو اس نے اپنا کارڈ لائبہ آپی کو دے دیا۔ وہ شاکڈ سا کھڑا اسلور کلر کی گاڑی کو تیزی سے اپنی نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھ رہا تھا۔

وہ سارے راستے آنسو ضبط کرتی رہی' دونوں اپنی اپنی جگہ خاموش تھیں' گھر آ کر وہ کمرے میں چلی گئی' لائبہ اس کے پیچھے نہ گئی' کیونکہ وہ جانتی تھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ رات کو وہ کھانے کے ٹیبل پر بھی نہ آئی' تو لائبہ تشویش میں گھر گئی' وہ اس کا کھانا کمرے میں لے آئیں' وہ تکیے میں منہ دیئے رونے میں مصروف تھی' بھیگی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''رازی! اٹھو.... کھانا کھالو''۔ لائبہ نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو اس کے رونے میں اور بھی روانی آ گئی۔

آپی! مجھے صبح لاہور جانا ہے''۔ زاریہ نے کہا۔

''زاری! فرار کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے''۔ لائبہ نے رسان سے کہا۔

''آپی! میری زندگی جیسے گزر رہی ہے' سو گزر رہی ہے' لیکن اب میں یہ نہیں چاہتی کہ ذوالنون دوبارہ میری

طرف پلٹے اور اُس معصوم لڑکی کی زندگی خراب ہو' وہ شادی شدہ ہے یقیناً اس کے بچے بھی ہوں گے' میری وجہ سے کسی کا گھر خراب ہو' یہ میں برداشت نہیں کرسکتی' اور انوار شاہ....'' ایک دم اس نے اپنی زبان دانتوں کے نیچے دبا دی۔

''انوار شاہ....! کیا مطلب؟'' لائبہ جو اسے غور سے سُن رہی تھی' انوار شاہ کے ذکر پر چونک گئی۔

''کچھ نہیں.... میرا مطلب تھا اس کی فیملی بھی ڈسٹرب ہو جائے گی''۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

''زاری! تم بہت اعلیٰ ظرف کی مالک ہو''۔ لائبہ نے بے ساختہ اسے سراہا۔

''لیکن یوں اچانک ذوالنون شاہ کو راستے میں اگنور کرنا مجھے اچھا نہیں لگا''۔ لائبہ نے افسوس سے کہا تو زاریہ کا دل ڈوب سا گیا' جب سے وہ پاکستان آئی تھی اس وقت سے یہی خواہش کر رہی تھی' ذوالنون کو دیکھنے کی' جب وہ سامنے آیا تو وہ بوکھلا کے بھاگ آئی' وہ کسی بھی صورت اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''آپی! مجھے اس ٹاپک پر مزید بات نہیں کرنی''۔ اس نے ملتجی ہوکر کہا۔

''او کے فائن! تم کھانا کھالو اور سو جاؤ' صبح سحری کے وقت اُٹھنا بھی ہے''۔ لائبہ نے محبت سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا' لائبہ نے کمرے سے اپنا سیل فون اور کارڈ لیا' جو ذوالنون شاہ نے اسے دیا تھا اور وہ ٹیرس پر آ کر اس کا نمبر ملانے لگی' تیسری بیل پر فون اُٹھایا گیا''۔

''ہیلو....!'' ذوالنون کی بھاری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی' وہ تو اتفاق سے بچوں کے لئے شاپنگ کرنے چلا گیا تھا' اس کے تصور میں بھی نہیں تھا' زاریہ سے سامنا ہو جائے گا' جس طرح زاریہ نے اسے اگنور کیا تھا' وہ بہت ہرٹ ہوا تھا' فوراً ہی واپس گھر آ گیا' بے تابی سے وہ لائبہ کے فون کا انتظار کر رہا تھا۔

''جی لائبہ آپی! میں بھی آپ کے فون کا انتظار کر رہا تھا''۔ ذوالنون نے بے چینی سے کہا۔

''ذوالنون! مجھے تم سے بات کرنی ہے' فون پر نہیں' فیس ٹو فیس''۔ لائبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''جی کیا بات کرنی ہے؟'' ذوالنون کی بے قراری عروج پر تھی۔

''وہ تو کل ہی بتاؤں گی' کیا کل افطاری پر تم میرے گھر آ سکتے ہو؟'' لائبہ نے پوچھا۔

''لائبہ آپی! افطاری پر تو نہیں آ سکتا' دن کے ٹائم آ سکتا ہوں''۔ ذوالنون نے سنجیدگی سے کہا۔

''ٹھیک ہے' کل میں انتظار کروں گی''۔ پھر اس نے ذوالنون کو ایڈریس بتا کر فون بند کر دیا۔

☆

آج پہلا روزہ تھا' ہر طرف عجیب سا نور پھیلا تھا' بچے' بڑے سب ہی روزہ رکھنے کے لئے پُرجوش تھے' وہ سحری کر کے کمرے میں آ گئی' فجر کی نماز ادا کی' جب دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو لب خاموش تھے' آنکھوں سے آنسو جاری تھے' کتنی ہی دیر ہاتھ اُٹھائے وہ روتی رہی' پھر قرآن پاک پڑھ کر وہ لیٹ گئی۔

''بیگم صاحبہ! باہر کوئی ذوالنون شاہ آئے ہیں' کہہ رہے ہیں آپ سے ملنا ہے''۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی قرآن پاک پڑھ رہی تھی' جب ملازم نے آ کر کہا۔

''آپ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ' میں آتی ہوں''۔ لائبہ نے قرآن پاک کو احتیاط سے بند کرتے ہوئے کہا۔ سحری کرنے کے بعد سب سو گئے تھے' صبح بچوں کو اسکول اور شوہر کو آفس بھیجنے کے بعد وہ پھر سو گئی' ساڑھے دس بجے اس کی آنکھ کھلی تو وہ اُٹھ کر قرآن پاک پڑھنے لگی' ابھی اسے پڑھتے ہوئے ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا' جب ملازم نے اسے ذوالنون شاہ کی آمد کا بتایا۔

''السلام وعلیکم!'' اس نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام!'' ذوالنون احترام سے کھڑا ہوگیا تھا۔

''بیٹھ جاؤ ذوالنون!''۔ لائبہ نے اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اسلام آباد کیسے آنا ہوا؟'' لائبہ نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''یہاں کی فرم میں کچھ پرابلم ہوگیا تھا' اس سلسلے میں کل اسلام آباد آیا تھا''۔ ذوالنون نے کہا۔

''لائبہ آپی! آپ کیا بات کرنا چاہتی تھیں؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''ذوالنون! چند سال پہلے کیا ہوا تھا؟ تم مجھے ساری سچائی بتاؤ!'' لائبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا آپ کو زاریہ نے کچھ نہیں بتایا؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''بتایا ہے' صرف یہ کہ اس نے منگنی سے پہلے شرط رکھی تھی کہ شادی کے بعد تم اس کے ساتھ لندن رہو گے' تم نے انکار کردیا تو وہ لندن چلی آئی''۔ لائبہ نے کہا۔

''یہ حقیقت نہیں ہے''۔ ذوالنون نے مدھم لہجے میں کہا۔

''کیا حقیقت ہے؟'' لائبہ نے بے چینی سے پوچھا تو ذوالنون نے الف سے لے کر ی تک ساری بات بتادی' اور لائبہ حیرت زدہ سی رہ گئی' چند پل تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

''اتنا کچھ ہوگیا' اس بے وقوف لڑکی نے کسی کو بتایا ہی نہیں''۔ لائبہ نے افسردگی سے کہا۔

''انوار شاہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا' انہوں نے تم دونوں کی زندگی خراب کردی''۔ لائبہ نے افسوس سے کہا۔

''دادا جان اب خود اپنے کیے پر افسوس کرتے ہیں' لیکن اب ان کے افسوس کرنے سے گزرا ہوا وقت واپس نہیں آسکتا''۔ ذوالنون نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ہانیہ کی موت کا سن کر بہت افسوس ہوا''۔ اس نے دکھی لہجے میں کہا تو وہ چند پل کچھ بول ہی نہ سکا۔

''زاریہ پاکستان کب آئی؟'' اس نے پوچھا۔

''دو ہفتے ہوگئے ہیں' پانچ سال بعد آئی ہے' عید کے بعد چلی جائے گی''۔ لائبہ نے کہا۔

''کیسی ہے زاریہ.... اپنے گھر خوش تو ہے؟ میرا مطلب ہے اپنے شوہر کے ساتھ؟'' اس نے ہچکچا کر پوچھا۔

''زاریہ نے شادی نہیں کی''۔ لائبہ نے عام سے لہجے میں کہا۔

''کیا....؟'' وہ ششدر رہ گیا۔

''ہاں.... بالکل....! اس نے شادی نہیں کی' کیونکہ وہ آج بھی تم سے محبت کرتی ہے''۔ لائبہ نے مدھم لہجے میں کہا۔

''زاریہ تو بہت معصوم ہے ذوالنون! آج بھی اُسے اپنی نہیں تمہاری زندگی کی خوشیوں کا خیال ہے' ذوالنون تم زاریہ سے شادی کرلو''۔ لائبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں لائبہ آپی! یہ زاریہ کے ساتھ ناانصافی ہے''۔ اس نے بے قراری سے کہا۔

''کیوں؟ اس میں ناانصافی کیا ہے؟'' لائبہ نے اُلجھ کر پوچھا۔

''لائبہ آپی! پہلے کی بات اور تھی' اب میں دو بچوں کا باپ ہوں' کیا یہ زاریہ کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی؟''

''ذوالنون! تم مجھے ایک بات بتاؤ' کیا اب بھی تم زاریہ سے محبت کرتے ہو؟''

''لائبہ آپی! میں اس سے آج بھی بہت محبت کرتا ہوں' ایک پل اُسے نہیں بھول پایا''۔ اس نے بے بسی سے

کہا۔

''ذوالنون! مجھے پتہ ہے' زاریہ کسی سے شادی نہیں کرے گی' ابھی بھی وقت ہے تم دونوں کے پاس' سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلو' زاریہ سے میں بات کروں گی''۔ لائبہ نے سمجھداری سے کہا۔

''کیا ایسا ممکن ہے لائبہ آپی؟'' وہ متحیر ہوا' اُمید کی ایک کرن نے اس کے اندر توانائی سی بھر دی تھی۔

''ہونے کو تو سب کچھ ممکن ہے' اور زاریہ کا ظرف بہت بڑا ہے' وہ تمہارے بچوں کو قبول کرلے گی''۔ لائبہ آپ نے یقین سے کہا۔

''تم اپنے پیرنٹس سے بات کرو' باقی میں ہینڈل کرلوں گی' اس دفعہ میں تم دونوں کو کوئی بے وقوفی نہیں کرنے دوں گی''۔ لائبہ نے بشاش لہجے میں کہا تو وہ کھل اُٹھا تھا۔

☆

اگلے دن زاریہ کے ساتھ وہ بھی لاہور آگئی' اس نے سب کو ساری بات بتادی' سب حیرت زدہ رہ گئے' انوار شاہ کی سنگدلی پر سب کو بہت دکھ ہوا' پھر اس نے اپنے اور ذوالنون شاہ کے درمیان ہونے والی گفتگو کا بھی بتایا۔

''اب آپ لوگ سوچ لیں' میرے خیال سے جب ساری غلط فہمی دور ہوگئی ہے تو زاریہ اور ذوالنون شاہ کی شادی کردینی چاہیے''۔ لائبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن زاریہ! وہ کیا کہتی ہے؟'' نبیل شاہ متذبذب تھے۔

''ماموں! زاریہ مان جائے گی' ابھی وہ اس حقیقت سے آشنا نہیں ہے' پہلے میں نے سوچا آپ لوگوں سے پوچھ لوں' اگر آپ کو کوئی اعتراض نہیں تو میں زاریہ سے بات کرتی ہوں''۔ لائبہ نے پُرسوچ انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے لائبہ! تم زاریہ سے پوچھ لو' اگر وہ راضی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں''۔ علیناہ شاہ نے مسکرا کر کہا' کیونکہ وہ جانتی تھیں زاریہ' ذوالنون سے بہت محبت کرتی ہے۔

''کیا.... یہ کیا کہہ رہی ہیں لائبہ آپی!'' وہ ساری بات سن کر حیرت سے چلاّ اُٹھی تھی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں زاری! ساری بات میں نے تمہارے سامنے بیان کردی ہے' اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے' لیکن پہلے والی بے وقوفی مت دکھانا''۔ انہوں نے شرارت سے کہا تو وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی تھی' اسے یقین نہیں آرہا تھا' قسمت یوں بھی مہربان ہوتی ہے' اسے آج پتہ چلا تھا' ذوالنون شاہ اس کا ہورہا تھا' اس کی محبت جیت گئی تھی' خوشی اور سرشاری اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

''زاری! کہاں کھوگئیں؟'' لائبہ نے اس کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ خوشی سے لائبہ کے ساتھ لپٹ گئی۔

''تھینک یو سو مچ لائبہ آپی!'' اس نے کھنکتے لہجے میں کہا' لائبہ نے محبت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

☆

پھر دونوں گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی' انوار شاہ بھی بہت خوش تھے' ایک بوجھ تھا جو ان کے دل سے سرک گیا تھا' وہ خود زاریہ سے ملنے آئے تھے' اس سے معافی بھی مانگی تو اس نے تڑپ کر دونوں ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔ آمنہ شاہ اور حمزہ شاہ بھی بہت خوش تھے' اور بچوں کی خوشی کا تو ٹھکانہ نہ تھا' وہ سب لوگ ذوالنون شاہ پیلس آئے ہوئے تھے' سوائے ذوالنون کے' وہ ابھی تک کراچی تھا' اس دن کے بعد کبھی اس کا ذوالنون شاہ سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ عمان اسے خوش دیکھ کر بے حد خوش تھا' اسے اکثر چھیڑتا رہتا' ذوالنون شاہ کے دونوں بچوں سے اس کی اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی' زندگی ایک دم بہت خوبصورت سی ہوگئی تھی' رمضان کا دوسرا عشرہ چل رہا تھا' اس نے خوب

دل لگا کر عبادت کی، شکرانے کے نوافل ادا کرتی رہی۔ ان دونوں کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی تھی، اُٹھائیسویں روزے کو ان کی شادی تھی، عید کے تیسرے دن اس کی فیملی نے لندن چلے جانا تھا، دونوں طرف سے شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں، آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا، وہ پوری لگن سے اور عقیدت سے عبادت کر رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا نواز دیا تھا وہ اس کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا، ذوالنون شاہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا، ایک دفعہ اس سے ملنا چاہتا تھا۔ وہ گھر سے نہ نکلتی، ذوالنون شاہ کا کئی بار اس کے سیل پر فون آیا، اس نے پک ہی نہ کیا، اسے لائبہ آپی بتا چکی تھیں، وہ اس سے تھوڑی خفا ہے، اس لئے وہ فون پک نہیں کر رہی، کیونکہ وہ جانتی تھی وہ اس سے باز پُرس ضرور کرے گا، اس لئے وہ گھبرا جاتی کہ وہ کیسے فیس کرے گی۔ آخر کار اس کی شادی کا دن بھی آن پہنچا، عجیب سی گھبراہٹ اس پر سوار تھی، جانے کتنی بار رو چکی تھی وہ، ساری ارینج منٹ لان میں کی گئی تھی، ویسے بھی شادی سادگی سے کی گئی تھی۔

بچے اپنی نئی ماما کو پا کر بہت خوش تھے، مختلف رسموں کے بعد اسے ذوالنون کے کمرے میں پہنچا دیا گیا، کمرہ بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، ذوالنون شاہ سے سامنا کرنے سے اس کا دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا، تھوڑی دیر بعد ذوالنون شاہ کمرے میں آ گیا تو اس کی دھڑکنیں اور بھی تیزی سے چلنے لگی تھیں، وہ چلتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔

''السلام وعلیکم!'' ذوالنون نے فریش لہجے میں کہا، آج وہ بہت خوش تھا، اتنا کہ اس کا کوئی شمار نہیں، اسے تو یقین نہیں آ رہا تھا کہ زاریہ اس کی ہو چکی ہے۔

''وعلیکم السلام!'' اس کے صرف لب ہلے تھے، ذوالنون شاہ بڑی محبت سے اسے دیکھ رہا تھا، اس کی نظروں کی تپش سے وہ گلنار ہوگئی تھی، شرم سے اس کا چہرہ جھک گیا تھا۔

''زاریہ! تمہارا ٹام کروز کہاں ہے؟'' اس کی آنکھوں سے شرارت صاف نظر آ رہی تھی، وہ مسکراہٹ ضبط کرتا سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''ٹام مر گیا''۔ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

''بہت افسوس ہوا، ورنہ آج تم مسز ٹام ہوتیں''۔ ذوالنون شاہ نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''میں بلّے سے کیسے شادی کر سکتی تھی؟'' اس نے برا مان کر کہا تو ذوالنون شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا، وہ خفت سے دوچار ہوگئی۔

''زاریہ....!'' ذوالنون شاہ نے سنجیدگی سے پکارا۔

''زاریہ! تمہارا ظرف بہت اعلیٰ ہے، دوسروں کی خاطر تم نے اپنی خوشیوں کی قربانی دے دی، لیکن زاریہ! تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں تھا؟ ایک بار.... صرف ایک بار مجھ پر اعتبار کر کے تو دیکھتیں، زاریہ! ہم نے محبت کی تھی، کوئی گناہ نہیں، جو دوسروں سے ڈرتے، دادا جان نے جو کیا سو کیا، تمہیں تو مجھے بتانا چاہئے تھا''۔ ذوالنون شاہ نے دکھی لہجے میں کہا۔

''سوری ذوالنون! دادا جان نے مجھے سختی سے منع کیا تھا اور صائم والے واقع نے مجھے اندر تک خوف زدہ کر دیا تھا''۔ اس نے آہستگی سے صفائی پیش کی۔

''زاریہ! آج ہماری زندگی کی نئی شروعات ہے، جس کو چلانے کے لئے اعتبار بہت ضروری ہے، ہمیں ایک دوسرے پر اعتبار کرنا ہے، کچھ بھی ہو جائے ہم ایک دوسرے سے کبھی کچھ نہیں چھپائیں گے، ٹھیک کہا ناں میں

نے؟'' ذوالنون نے اس کی طرف دیکھ کر نرمی سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا، پھر وہ اُٹھا اور الماری سے ایک فائل نکال کر لے آیا۔

''زاریہ! یہ تمہاری رونمائی کا گفٹ ہے''۔ ذوالنون نے وہ فائل اس کے ہاتھ میں پکڑا دی، اس نے حیرت سے پہلے فائل کو پھر ذوالنون شاہ کو دیکھا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''زاریہ! یہ وائٹ محل کے کاغذات ہیں، آج سے یہ محل تمہارا ہے''۔ ذوالنون شاہ نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔

''لیکن ذوالنون....!''

''پلیز.... زاریہ! کچھ مت کہنا، میں جانتا ہوں اُس وقت تم نے جان بوجھ کر کہا تھا، لیکن اب میں اپنی خوشی سے تمہیں دے رہا ہوں، اگر تم نے انکار کیا تو مجھے تکلیف ہوگی''۔ زاریہ نے کچھ کہنا چاہا تو ذوالنون نے اسے ٹوک کر نرمی سے کہا، بے اختیار محبت کے اس مظاہرے پر اس کی آنکھیں جھلک پڑی تھیں، وہ اس کے آنسو دیکھ کر بے چین ہو گیا تھا۔

''زاری! آج تو خوشی کا دن ہے، پھر یہ آنسو....؟'' ذوالنون نے بے قراری سے کہا۔

''یہ تو خوشی کے آنسو ہیں، اس مالک کائنات نے اتنا نواز دیا کہ میں اس کا شکر کس طرح ادا کروں؟'' اس نے بھیگے لہجے میں کہا۔

''تم نے ٹھیک کہا زاری! امّاں جان کہتی ہیں جو ہوا وہ ہماری قسمت میں لکھا تھا، صبر کا پھل ضرور ملتا ہے''۔ ذوالنون شاہ نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا، وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

''یہ آنے والی عید ہمارے لئے بہت خوشیاں لے کر آئی ہے، اب ہمیں رونا نہیں مسکرانا ہے''۔ ذوالنون شاہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے چور لہجے میں کہا، تو وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرا کر اس دیوانے کو دیکھنے لگی۔

''زاری! یہ آنے والی عید میرے لئے بہت اسپیشل ہے، ویسے تو عید دو دن بعد آئے گی، لیکن میری عید تو آج ہے، کیونکہ ''میری عید تم ہو''۔ ذوالنون شاہ نے خوشی سے سرشار ہو کر محبت بھرے لہجے میں کہا، اور نرمی سے اسے اپنے حصار میں لے کر خمار بھرے لہجے میں شعر پڑھنے لگا۔

ہر دکھ، ہر غم کو بھول جائیں ہم
تم جو آؤ تو عید منائیں ہم
سنبھال رکھے ہیں لفظوں کے موتی
دامنِ دل پھیلاؤ تو برسائیں ہم

زاریہ کے رخسار تمتما اُٹھے تھے، اس نے بڑی محبت سے ذوالنون شاہ کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھا اور دل ہی دل میں اللہ پاک کا شکر ادا کرنے لگی، اس نے اپنا فیصلہ اللہ کے سپرد کیا تھا اور اس کی رضا میں راضی ہوگئی تھی، اور آج اللہ پاک نے اسے اتنا نوازا تھا کہ وہ جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔

ختم شد